دارالعلوم کراچی کا ترجمان

ماہنامہ

البلاغ
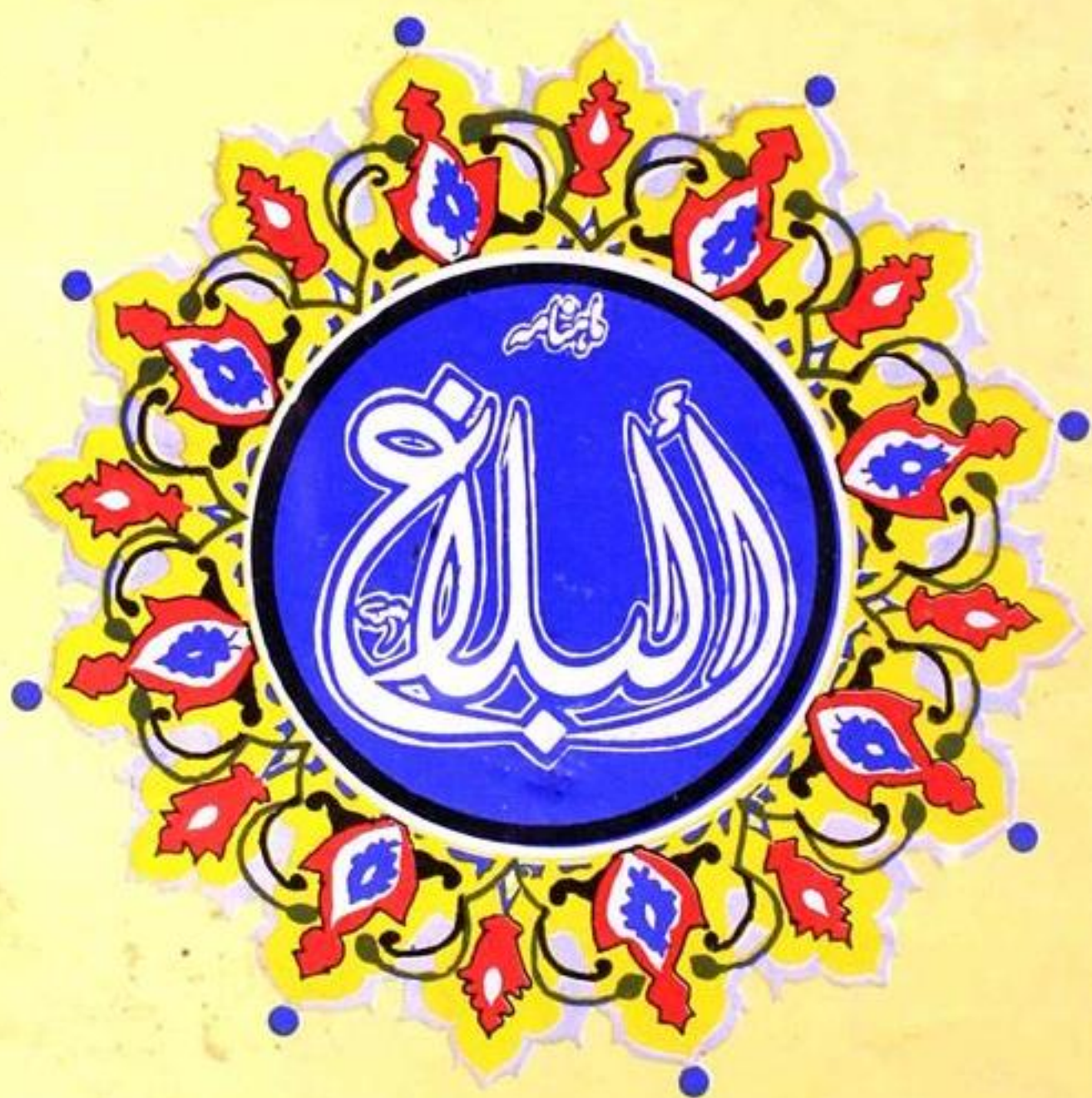
محرم الحرام ۱۴۰۸ھ ستمبر ۱۹۸۷ء

بانی

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

ھٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ

جلد ۲۲
محرم الحرام ۱۴۰۸ھ / ستمبر ۱۹۸۷ء
شمارہ ۱

نگراں:
حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر:
محمد تقی عثمانی

ناظم:
شجاعت علی ہاشمی

قیمت فی پرچہ پانچ روپے

سالانہ پچاس روپے

سالانہ بدل اشتراک:
بیرون ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری:

ریاستہائے متحدہ امریکہ / ۲۳۰ روپے برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، بنگلہ دیش، تھائی لینڈ
ہانگ کانگ، نائیجریا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ / ۱۸۰ روپے سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت / ۱۵۰ روپے

پبلشر: محمد تقی عثمانی دارالعلوم کراچی
پرنٹر: مشہور آفسٹ پریس، کراچی

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ "البلاغ" دارالعلوم کراچی ۱۴
فون نمبر: ۳۱۱۲۱۷

ترتیب

ذکر و فکر

معارف و مسائل

مقالات و مضامین

نقد و تبصرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر و فکر

حمد و ستائش اس ذات کیلئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

'البلاغ' کے صفحات میں شروع سے ایک حصہ کتابوں پر تبصرے کیلئے مخصوص ہے جس میں نئی طبع شدہ کتابوں کا تذکرہ اور ان پر تبصرہ کیا جاتا ہے، کسی کتاب کے ذکر کیلئے درحقیقت وہی حصہ موزوں ہے، لیکن دو تین مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ جب کوئی نئی عظیم الشان کتاب پہلی بار منظرِ عام پر آئی تو اس کی اہمیت اور اس کی اشاعت پر مسرت کے اظہار کیلئے ہم نے اس کا تذکرہ "البلاغ" کے ادارتی صفحات میں کیا۔ الحمد للہ، اس وقت بھی ایک ایسی کتاب پہلی بار شایانِ شان طریقے پر شائع ہوئی ہے جس کا تذکرہ ان صفحات میں کرنے کو دل چاہتا ہے۔ یہ کتاب ہے "احکام القرآن" جس کی تالیف و ترتیب اور اشاعت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی عزیز ترین دلی آرزوؤں میں سے تھی، اور جس کیلئے حضرتؒ نے اپنے متعلقین میں سے جلیل القدر علماء کی ایک جماعت کو مقرر فرمایا تھا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کو اللہ تعالیٰ نے امت کی علمی اور عملی ضروریات کی تکمیل کیلئے جو توفیقِ خاص عطا فرمائی تھی، اس سے ہر وہ شخص آگاہ ہے جسے حضرتؒ کی تالیفات، مواعظ و ملفوظات اور دوسری خدمات سے واقفیت ہے۔ چنانچہ حضرتؒ نے ایک ضرورت یہ محسوس فرمائی کہ حنفی مذہب کے فقہی مسائل قرآن و سنت کے جن دلائل پر مبنی ہیں، وہ عموماً اس لئے نظروں سے اوجھل رہتے ہیں کہ حنفی فقہ کے دلائل مختلف کتابوں میں بکھرے ہوئے ہیں، اور کوئی ایسی کتاب موجود نہیں ہے جس میں یہ دلائل تفصیل کے ساتھ یکجا کر دیئے گئے ہوں۔

حضرتؒ نے اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے دو کتابوں کی تالیف کا ایک نقشہ تیار فرمایا، ایک ایسی کتاب جس میں حدیث و سنّت سے حنفی فقہ کے دلائل شرح و بسط کے ساتھ جمع کئے گئے ہوں۔ اس کتاب کی تالیف آپ نے اپنے جلیل القدر بھانجے حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی قدس سرہٗ کے سپرد فرمائی جنہوں نے بیس جلدوں پر مشتمل کتاب "اعلاء السنن" کے نام سے تحریر فرمائی جسے علومِ حدیث و فقہ پر گذشتہ صدی کا سب سے بڑا کارنامہ کہا جائے تو بیجا نہیں ہوگا۔ اس کتاب کا تعارف "البلاغ" میں پہلے آچکا ہے۔

دوسری کتاب جس کی تالیف کا نقشہ حضرتؒ کے ذہن میں تھا "اُحکام القرآن" تھی، شروع میں حضرتؒ کا منشاء یہ تھا کہ یہ کتاب قرآنِ کریم کے صرف ان حصّوں کی فقہی تفسیر ہو جن سے علمائے حنفیہ نے کوئی فقہی مسئلہ مستنبط فرمایا ہے، چنانچہ شروع میں اس کا نام بھی آپ نے "دلائل القرآن علیٰ مذاهب النعمان" تجویز فرمایا تھا۔ لیکن بعد میں رائے بدلی، اور آپ نے اس تالیف کا دائرہ وسیع فرما دیا، اور صرف حنفیہ کے دلائل پر اکتفار کے بجائے اس میں ان تمام احکام و مسائل کو شامل فرما لیا جو قرآن کریم سے مستنبط ہوتے ہیں، خواہ وہ فقہی ہوں یا کلامی، اور ان کا تعلق معاشرت سے ہو یا اخلاق سے، لہٰذا اس کا نام بھی بدل کر "اُحکام القرآن" تجویز فرمایا۔

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی قدس سرہٗ نے جس خداداد قابلیت اور غیر معمولی صلاحیت کے ساتھ "اعلاء السنن" کی تالیف فرمائی تھی، اس کے پیشِ نظر اس مرتبہ بھی انہی کو اس تالیف کا کام سونپنے کا خیال تھا، لیکن حضرت مولاناؒ اعلاء السنن کی تالیف کے بعد ڈھاکہ تشریف لے گئے تھے، اور اب ان کی مصروفیات اس نئی تالیف کو بتمام و کمال انجام تک پہنچانے کی متحمل نہیں تھیں، اس لئے حضرتؒ نے اس نئی کتاب کی تالیف کیلئے علماء کی ایک جماعت کا انتخاب فرمایا، اور حسبِ ذیل تفصیل کے مطابق "اُحکام القرآن" کی تالیف ان حضرات کے سپرد کی :۔

(۱) حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ : پہلی اور دوسری منزل

(۲) حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم : تیسری اور چوتھی منزل

(۵) حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ : پانچویں اور چھٹی منزل

(۶) حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ : ساتویں منزل

ان میں سے مؤخر الذکر دونوں حضرات نے اپنے اپنے حصّے مکمل فرمالئے۔ اور اول الذکر دونوں حضرات نے اپنے حصّے کی ایک ایک منزل پوری فرمالی، لیکن ایک ایک منزل باقی رہ گئی۔ اس کے بعد دونوں حضرات کو مصروفیات پیش آگئیں، نیز تقسیم ہند کے ہنگاموں کی وجہ سے ہر شخص کی زندگی میں جو انقلاب آیا، اس کی بنا پر یہ دو منزلیں ابتک تشنۂ تالیف ہیں۔

چونکہ پوری کتاب کی تالیف مکمل نہیں ہوئی تھی، اس لئے جو حصّے تیار تھے ان کی اشاعت بھی عرصۂ دراز تک اس انتظار میں ملتوی ہوتی رہی کہ باقی ماندہ حصّوں کی تکمیل ہو جائے تو کتاب

اکٹھی شائع ہو۔ حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد کتاب کے مسودات حضرت رحؒ کی خانقاہ کے ناظم حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کی تحویل میں تھے۔ انہوں نے اپنی آخری عمر میں یہ سوچا کہ باقی ماندہ حصوں کی تالیف کی کوئی صورت تو ابھی تک موہوم ہے، اُدھر تیار شدہ مسودات بھی بوسیدہ ہو رہے ہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ قیمتی ذخیرہ ضائع ہو جائے، لہٰذا انہوں نے انتہائی محدود وسائل کے ساتھ تیار شدہ مسودات کو معمولی کتابت و طباعت کے ساتھ شائع فرما کر مختلف علمی مراکز میں ان کے نسخے محفوظ کرا دیئے۔

بظاہر ان نسخوں کی کتابت و طباعت اتنی معمولی اور کتاب کے معیار سے اس قدر فروتر تھی کہ یہ حیرت ہوتی تھی کہ حضرت مولاناؒ نے اس معیار کی طباعت کو کیسے گوارا فرمالیا؟ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ فیصلہ بڑا حکیمانہ تھا، اور وہ اس کے ذریعے امت پر بڑا احسان فرما گئے، اگر وہ اچھی کتابت و طباعت کے وسائل کے انتظار میں مسودات کی اشاعت کو مزید ملتوی رکھتے تو اس قیمتی خزانے کے ضائع ہو جانے کا بڑا اندیشہ تھا۔ انہوں نے بروقت یہ فیصلہ فرمایا کہ کتاب جس طرح بھی ہو، ایک مرتبہ وجود میں آجائے تو اس کی شایانِ شان طباعت و اشاعت بعد میں جب چاہیں ہو سکتی ہے۔

اس معمولی انداز کی طباعت کے ساتھ بھی جب کتاب شائع ہوئی تو جو اہلِ علم اس کے قدر شناس تھے، انہوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، یہاں تک کہ جو نسخے طبع ہوئے تھے، وہ ختم ہو گئے۔ عرب ممالک کے نہ جانے کتنے علماء نے خود احقر سے فرمائش کی کہ ان کیلئے چند نسخے جس قیمت پر ممکن ہو، فراہم کردوں، لیکن کتاب کے نایاب ہو جانے کی بنا پر میں اس فرمائش کی تعمیل سے معذور رہا۔

بالآخر اللہ تعالیٰ نے احقر کے بہنوئی حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اس کتاب کو ٹائپ کی خوشنما طباعت کے ساتھ شائع کرنے کا داعیہ پیدا فرمایا۔ انہوں نے اپنے ادارے "ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیۃ" سے اس سے قبل بڑی گرانقدر علمی کتابیں شائع فرمائی ہیں۔ "اعلاء السنن" کو ٹائپ پر شائع کرنا بھی انہی کا کارنامہ ہے، انہیں جاننے والے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی عزم اور حوصلہ عطا فرمایا تھا، اور وہ مشکل سے مشکل کام کا بیڑا اُٹھا لیتے تو اسے انجام تک پہنچا کر چھوڑتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے "احکام القرآن" کو خوبصورت عربی ٹائپ پر لانے کیلئے بھی بڑی محنت اٹھائی۔ حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا طبع کردہ نسخہ چونکہ بہت عجلت میں طبع ہوا تھا، اس لئے اس میں اغلاط بھی بہت سی تھیں، ان کی تصحیح، عبارتوں کی ترقیم اور پھر عربی ٹائپ پر چھاپنے کی مشکلات! حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان تمام مسائل کو بڑی عرق ریزی سے حل کیا، اور یہ بھی ایک حسرت و عبرت کا موقع ہے کہ اس کتاب کی طباعت کی تکمیل میں صرف چند فرموں کی کسر تھی کہ مولاناؒ کا وقت موعود آ پہنچا، اور وہ اللہ

کو پیارے ہوگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مقام مسرت ہے کہ ان کے صاحبزادوں نے ان کے شروع کئے ہوئے کاموں کو اسی تندہی اور قابلیت سے جاری رکھا، اور اب الحمدللہ "احکام القرآن" پانچ ضخیم اور خوبصورت جلدوں میں طباعت کے حسین لباس میں منظر عام پر آگئی ہے۔

اس کتاب کی اہمیت اور افادیت کیلئے صرف اتنا عرض کردینا بھی کافی ہونا چاہئے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے ہی اس کی تالیف شروع کرائی تھی، انہوں نے اس کتاب کیلئے مذکورہ بالا علماء کو باقاعدہ اپنی خانقاہ میں دعوت دیکر اپنی نگرانی میں یہ کام کرایا، یہ حضرات مسلسل اس کے بارے میں حضرتؒ سے مشورے لیتے رہے، اور خود حضرتؒ کو اس کتاب سے اس قدر دلچسپی تھی کہ قرآن کریم کی تلاوت کے دوران، یا دوسرے مواقع پر کسی آیت کے بارے میں کوئی فقہی نکتہ ذہن پر وارد ہوتا تو ان حضرات کو بتلاتے رہتے کہ وہ اس آیت کی تفسیر میں اسے ذکر کرنے کا اہتمام فرمائیں۔

احقر کے شیخ و مربی حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحی صاحب قدس سرہٗ نے بارہا یہ واقعہ سنایا کہ حضرتؒ اپنے مرض وفات میں بستر پر آنکھیں بند کئے لیٹے ہیں، دفعۃً آنکھیں کھولیں، اور ارد گرد دیکھکر فرمایا: "مولوی شفیع صاحب کہاں ہیں؟" حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کہیں دوسری جگہ احکام القرآن کی تالیف میں مصروف تھے۔ خدام نے انہیں اطلاع دی، وہ تشریف لے آئے تو حضرتؒ نے فرمایا: "فلاں آیت سے فلاں مسئلہ بھی مستنبط ہوتا ہے، اس کا بھی خیال رکھئے"۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے وہ نکتہ محفوظ فرمالیا، اور پھر متعلقہ آیت میں اسے شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا۔

"احکام القرآن" کے موضوع پر اس سے پہلے بھی دسیوں کتابیں لکھی گئی ہیں، لیکن چونکہ یہ کتاب سب سے آخر میں تالیف ہوئی، اس لئے اس میں پچھلی کتابوں کے مباحث کا نچوڑ بھی آگیا ہے، اور اس کے ساتھ حضرت حکیم الامتؒ اور کتاب کے مؤلفین کے نادر استنباطات کا بڑا ذخیرہ بھی جمع ہوگیا ہے اس کے علاوہ بہت سے مسائل جو پچھلی کتابوں کے مؤلفین کے زمانے میں یا موجود نہیں تھے، یا اتنی اہمیت نہیں رکھتے تھے، ان پر اس کتاب میں بڑی سیر حاصل اور مفید بحثیں موجود ہیں۔

یہ پانچ جلدیں جو اس وقت شائع ہوئی ہیں، ان کی ترتیب اس طرح ہے کہ پہلی تین جلدوں میں قرآن کریم کی پہلی منزل (سورۂ بقرہ سے سورۂ نساء کے اختتام تک) مکمل ہوگئی ہے، یہ دونوں جلدیں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی قدس سرہٗ کی تالیف ہیں۔ چوتھی جلد (۵۸۴ صفحات) پوری حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کی تالیف ہے، اور اس میں سورۃ الشعراء سے سورۂ یٰسٓ تک کی تفسیر مکمل ہے۔ پانچویں جلد کے ۳۲۲ صفحات بھی حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ کے تالیف فرمودہ ہیں، اور ان میں سورۃ الصافات سے سورۃ الحجرات تک کی تفسیر پوری ہے۔ اس کے بعد اسی جلد

میں ۱۲۹ صفحات حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس سرہٗ کے لکھے ہوئے ہیں، اور اس میں سورۃ قٓ سے آخر قرآن تک کی آیاتِ احکام کی تفسیر مکمل ہے ـــــ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم العالی کا حصہ ابھی تبییض کے مراحل میں ہے، اس لئے وہ فی الوقت شامل نہیں ہو سکا، اُمید ہے کہ انشاء اللہ تبییض کے بعد وہ بھی شامل ہو جائیگا۔

باقی ماندہ دو منزلیں (سورۃ المائدہ سے سورۃ التوبہ تک اور سورۂ بنی اسرائیل سے سورۃ الفرقان تک) ابھی تک تشنۂ تالیف ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی صاحبِ علم کو ان حصوں کی تکمیل کیلئے موفق فرمائیں تو حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی آرزو بھی پوری ہو، اور اہلِ علم کی ایک اہم علمی ضرورت بھی۔ اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرمادیں۔

بہرکیف! ادارۃ القرآن قابلِ صد مبارکباد ہے کہ اس نے اس عظیم الشان کتاب کو منظرِ عام پر لانے میں اولیت کا شرف حاصل کیا۔ ماشاء اللہ مونو ٹائپ کی عمدہ طباعت ہے، کاغذ بھی معیاری ہے اور جلد بھی شایانِ شان۔ دل سے دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ بھی شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور اس کا فائدہ عام اور تام فرمائیں۔ آمین ثم آمین

۲۱ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ

احقر
محمد تقی عثمانی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

عبرت و نصیحت

معارف القرآن — سورۂ زمر — آیت ۳۶ تا ۴۱

خلاصۂ تفسیر

کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت) کے لئے کافی نہیں (یعنی وہ تو سب ہی کی حفاظت کے لئے کافی ہے تو اپنے محبوب خاص بندے کے لئے کیوں کافی نہ ہوگا) اور یہ لوگ (ایسے احمق ہیں کہ حفاظت خداوندی سے تجاہل کرکے) آپ کو ان (جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا (تجویز کر رکھے) ہیں (حالانکہ وہ خود بے جان عاجز ہیں اور قادر بھی ہوتے تو خدا کی حفاظت کے مقابلہ میں عاجز ہی ہوتے) اور (اصل بات یہ ہے کہ) جس کو خدا گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں (آگے خدا تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر کرکے ان کی حماقت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ) کیا خدا تعالیٰ (ان کے نزدیک) زبردست (اور) انتقام لینے (پر قدرت رکھنے) والا نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کی صفت ناصریت بھی کامل اور بندہ کی صلاحیت منصوریت بھی کامل اور جھوٹے معبودوں کا قدرت و نصرت سے عاجز ہونا بھی ظاہر پھر آپ کو ان باتوں سے ڈرانا حماقت نہیں تو کیا ہے) اور (عجیب بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ قدرت کاملہ اور نصرت کے مقدمات کو یہ بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے (اس لئے) آپ (ان سے) کہئے کہ بھلا (جب تم اللہ کو تخلیق میں منفرد مانتے ہو تو) یہ بتلاؤ کہ خدا کے سوا جن معبودوں کو پوجتے ہو، اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے، کیا یہ معبود اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کرسکتے ہیں یا اللہ مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے تو کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں (آگے ارشاد ہے کہ جب اس تقریر سے اللہ تعالیٰ کا کمال قدرت ثابت ہو جائے تو) آپ

کہدیجئے کہ (اس سے ثابت ہوگیا کہ) میرے لئے خدا کافی ہے توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں (اسی لئے میں بھی اسی پر توکل اور بھروسہ رکھتا ہوں اور تمہارے خلاف وعناد کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور چونکہ یہ لوگ ان سب باتوں کو سن کر بھی اپنے خیال باطل پر جمے ہوئے تھے اس لئے آپ کو آخری جواب تعلیم ہے کہ) آپ (ان سے) کہدیجئے کہ (اگر اس پر بھی تم نہیں مانتے تو تم جانو) تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ میں بھی (اپنے طرز پر) عمل کر رہا ہوں (یعنی جب تم اپنے طریقہ باطل کو نہیں چھوڑتے تو میں طریقہ حق کو کیسے چھوڑ دوں) سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور (مرنے کے بعد) اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا (چنانچہ دنیا میں غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کو سزا ملی اس کے بعد آخرت کا دائمی عذاب ہے۔ یہاں تک تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین کے خوف سے تسلی دی گئی۔ آگے آپ کو جو کفار اور عام خلق خدا کے ساتھ شفقت کی بنا پر ان کے کفر و انکار سے غم ہوتا تھا اس پر تسلی دی گئی کہ) ہم نے یہ کتاب آپ پر لوگوں کے (نفع کے) لئے اتاری جو حق کو لئے ہوئے ہے سو (آپ کا کام اس کا پہنچا دینا ہے پھر) جو شخص راہ راست پر آوے گا تو اپنے نفع کے واسطے اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا اسی پر پڑے گا۔ اور آپ ان پر مسلط (اس طرح) نہیں کئے گئے (ان کی بے راہی سے آپ سے باز پرس ہو تو آپ ان کی گمراہی سے کیوں مغموم ہوتے ہیں)

معارف و مسائل

اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ۔ اس آیت کا شان نزول ایک واقعہ ہے کہ کفار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کو اس سے ڈرایا تھا کہ اگر آپ نے ہمارے بتوں کی بے ادبی کی تو ان بتوں کا اثر بہت سخت ہے اس سے آپ بچ نہ سکیں گے۔ ان کے جواب میں کہا گیا کہ کیا اللہ اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں۔

اس لئے بعض مفسرین نے یہاں بندے سے مخصوص بندہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے۔ خلاصہ تفسیر میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے اور دوسرے مفسرین نے بندہ سے مراد عام لی ہے اور آیت کی دوسری قرأت جو عبادہ آئی ہے وہ اس کی موید ہے اور مضمون بہر حال عام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے کے لئے کافی ہے۔

عبرت و نصیحت | وَیُخَوِّفُوْنَکَ بِالَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ۔ یعنی کفار آپ کو ڈراتے ہیں۔ اپنے جھوٹے معبودوں کے غضب سے اس آیت کو پڑھنے والے عموماً یہ خیال کر کے گذر جاتے ہیں کہ یہ ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ جس کا تعلق کفار کی دھمکیوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہے۔ اس طرف دھیان نہیں دیتے کہ اس میں ہمارے لئے کیا ہدایت ہے۔ حالانکہ بات بالکل کھلی ہوئی ہے کہ جو شخص بھی کسی مسلمان کو اس لئے ڈرائے کہ تم نے فلاں حرام کام یا گناہ نہ کیا تو تمہارے حکام اور افسر یا جنکے تم محتاج سمجھے جاتے ہو تم سے خفا ہو جائیں گے اور تکلیف پہونچائیں گے۔ یہ بھی اسی میں داخل ہے اگرچہ ڈرانے والا مسلمان ہی ہو اور جس سے ڈرایا جائے وہ بھی مسلمان ہی ہو۔ اور یہ ایسا عام ابتلاء ہے کہ دنیا کی اکثر ملازمتوں میں لوگوں کو پیش آتا ہے کہ احکام الٰہیہ کی خلاف ورزی پر آمادہ ہو جائیں یا پھر اپنے افسروں کے عتاب و عقاب کے

بقیہ صفحہ ۳۲ پر

إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ

(چوتھی اور آخری قسط)

۳۶ - روایت نمبر۱ اور روایت نمبر۶ کے ان جملوں کو اس واقعے میں نظر انداز کرنا اس لئے ممکن نہیں ہے کہ ان مختلف روایات میں بلاشبہ روایت نمبر۱ اور روایت نمبر۲ دوسری تمام روایات کے مقابلے میں زیادہ قابل ترجیح ہیں، روایت نمبر۱ اس لئے کہ حضرت عائشہؓ سے اس کے روایت کرنے والے قاسم بن محمدؒ ہیں، جو خود حضرت عائشہؓ کے بھتیجے ہیں، اور چونکہ انہوں نے بچپن ہی سے حضرت عائشہؓ کے گھر میں پرورش پائی ہے، اس لئے ان کو حضرت عائشہؓ کی روایت میں بہت زیادہ قابل اعتماد سمجھا جاتا ہے، پھر قاسم بن محمدؒ سے روایت کرنے والے عبدالرحمن بن القاسمؒ ہیں، جو خود قاسم بن محمدؒ کے بیٹے ہیں، اور سفیان بن عیینہؒ جیسے نقاد محدث نے اس روایت کو ان سے روایت کرتے ہوئے صراحۃً یہ بھی کہا ہے کہ "مدینہ میں اس وقت ان سے زیادہ افضل شخص کوئی نہ تھا" ___ اسی طرح روایت نمبر۲ کو حضرت عائشہؓ سے روایت کرنے والے عروہ بن الزبیرؒ ہیں جو حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہیں، اور یہ بات مشہور و معروف ہے کہ حضرت عائشہؓ کی احادیث کو سب سے زیادہ جاننے اور ٹھیک ٹھیک نقل کرنے والے تین افراد ہیں، قاسم بن محمدؒ، عروۃ بن الزبیرؒ، اور عمرۃؒ (تہذیب التہذیب ص ۳۳۴ ج ۸) پھر اس روایت کو عروۃ بن الزبیرؒ سے نقل کرنے والے خود ان کے بیٹے ہشام بن عروہ ہیں، جن کے بارے میں یہ بات غیر متنازعہ رہی ہے کہ اپنے والد کی روایات کے سب سے زیادہ قابل اعتماد امین اور راوی ہیں، لہٰذا حضرت عائشہؓ اس واقعہ کا جتنا صحیح علم ان دو روایتوں سے ہو سکتا ہے، کسی اور روایت سے نہیں ہو سکتا، تیسرے نمبر پر روایت نمبر۶ ہے، کیونکہ وہ بھی قاسم بن محمدؒ ہی سے مروی ہے، البتہ اتنا فرق ہے کہ روایت نمبر۱ کی طرح

لسے قاسم بن محمدؒ کے بیٹے عبدالرحمٰنؒ نے نہیں، بلکہ نافع نے روایت کیا ہے، اس لئے روایت نمبر ا کے برابر تو نہیں ہوسکتی، لیکن باقی تینوں روایات پر اس کو بھی ترجیح حاصل ہے، اس لئے روایت نمبر ا اور روایت نمبر ۲ میں تصویر پر عذاب کی وعید والے جملے دُوسری روایات سے زیادہ قابلِ اعتماد طور پر ثابت ہیں، اور ان کی بھرپور تائید و تصدیق ان ایک درجن احادیث سے بھی ہوتی ہے جو اس فیصلے کے پیراگراف نمبر ۱ میں نقل کی جاچکی ہیں، لہٰذا ان جملوں کو نظر انداز کرکے یہ کہنا ہرگز ممکن نہیں کہ یہ ممانعت محض احتیاط یا زہد و تقویٰ کی بنا پر تھی، اور تصویر کی شرعی ممانعت مقصود نہ تھی۔

۳۷۔ حضرت عائشہؓ کے اس واقعے کے سلسلے میں ایک بات اور قابلِ ذکر ہے، اور وہ یہ کہ روایت نمبر ۳ میں آپؐ کے الفاظ یہ ہیں کہ "اس پردہ کو ہٹادو، کیونکہ میں جب اندر داخل ہوتا ہوں اور اسے دیکھتا ہوں تو مجھے دُنیا یاد آجاتی ہے۔" ــــ اس سے بظاہر یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ پردہ کچھ عرصے آپؐ کے گھر میں لٹکا رہا، اور آپؐ اسے آتے جاتے دیکھتے رہے، اس کے بعد آپؐ نے اسے ہٹانے کا حکم دیا، اسی طرح روایت نمبر ۵ میں آپؐ کے یہ الفاظ منقول ہیں کہ "اس پردے کو مجھ سے دُور کردو، اس لئے کہ اس کی تصویریں میری نماز میں خلل انداز ہوتی رہتی ہیں" اس سے بھی بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ پردہ کچھ عرصہ آپؐ کے سامنے لٹکا رہا، اور آپؐ نے اس کی موجودگی میں نماز بھی پڑھی۔

لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ روایت نمبر ۳ کے اصل عربی الفاظ یہ ہیں:

فانی کلما دخلت، فرأیته ذکرت الدنیا

عربی زبان کے قواعد کی رو سے اس کا ترجمہ دو طرح سے کیا جاسکتا ہے:

(الف) "اس لئے کہ جب بھی میں داخل ہوکر اس کو دیکھتا ہوں، مجھے دُنیا یاد آجاتی ہے۔"

(ب) "اس لئے کہ جب بھی میں داخل ہوکر اسے دیکھوں گا، مجھے دُنیا یاد آجائے گی۔"

اسی طرح روایت نمبر ۵ کے عربی الفاظ یہ ہیں:

"فانہ لاتزال تصاویرہ تعرض لی فی صلاتی"

اس کا ترجمہ بھی عربی زبان کے قواعد کی رُو سے دونوں طرح ہوسکتا ہے، یعنی:

(الف) "اسلئے کہ اسکی تصویریں میری نماز میں خلل انداز ہوتی رہتی ہیں۔"

(ب) "اسلئے کہ اسکی تصویریں میری نماز میں خلل انداز ہوتی رہیں گی۔"

وجہ یہ ہے کہ صیغہ مضارع عربی زبان میں حال اور مستقبل دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ گزشتہ بحث کے دوران یہ بات دلائل سے ثابت ہوچکی ہے کہ چھ کی چھ روایات ایک ہی واقعے سے متعلق ہیں، اور ان دو روایتوں کے سوا باقی چاروں روایتیں اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردے پر پہلی نظر پڑتے ہی اس پر اعتراض فرمایا تھا، اور ایسا کوئی وقت نہیں گزرا جس میں یہ آپؐ کے سامنے دیر تک لٹکا رہا ہو، اس لئے ان دونوں روایتوں میں بھی دوسرا ترجمہ اختیار کرنا پڑیگا جو صیغہ مستقبل کا مفہوم رکھتا ہے، اور عربی زبان کے قواعد کی رو سے مساوی طور پر ممکن ہے، اور اس ترجمے کی رو سے یہ دونوں روایتیں بھی باقی چاروں روایتوں سے ہم آہنگ ہوجاتی

ہیں، اور ان میں کوئی ایسی بات باقی نہیں رہتی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس پردے کا دیر تک لٹکا رہنے پر دلالت کرتی ہو۔

۳۸۔ خلاصہ یہ ہے کہ تمام متعلقہ روایات کو ان کے پورے پس منظر اور عربی لغت اور قواعد کے ساتھ دیکھنے کے بعد اس خیال میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا کہ ممانعت کی احادیث کا منشا شرعی ممانعت بیان کرنا نہیں تھا، بلکہ محض ایک احتیاط اور تقویٰ کی بات تھی، جس عمل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موجب عذاب قرار دیا ہو، جس پر آپؐ نے لعنت فرمائی ہو جس کے مرتکب افراد کو "مخلوق کے بدترین" لوگوں میں شمار کیا ہو، جس کے آثار مٹانے کی مہم پر حضرت علیؓ کو باقاعدہ بھیجا ہو، اور جس کی بنا پر آپؐ نے ناراضگی کے اظہار کے طور پر گھر میں داخل ہونا گوارہ نہ فرمایا ہو، اس کے بارے میں یہ باور کرنا ممکن نظر نہیں آتا کہ وہ صرف معمولی قسم کی بات تھی، اور شرعی اعتبار سے کوئی ممنوع' ناجائز یا موجب گناہ کام نہ تھا، اسلئے مذکورہ بالا بحث کی روشنی میں ہمارے نزدیک یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی روشنی میں تصویر کا بنانا اور رکھنا ناجائز ہے، اور آپؐ نے اس سے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔

۳۹۔ احادیث کی صحیح تعبیر و تشریح میں یہ بات بھی بنیادی اہمیت رکھتی ہے کہ ان احادیث سے صحابہ کرامؓ نے کیا سمجھا؟ اور ان پر کس طرح عمل کیا؟ اس نقطۂ نظر سے جب ہم صحابہ کرامؓ کے طرزِ عمل کا جائزہ لیتے ہیں تو ایسے متعدد دلائل موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ عام طور سے تصاویر کو مسلم طور ایک ناجائز چیز سمجھتے تھے، چند مثالیں درج ذیل ہیں:۔

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عیسائیوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

إنا لا ندخل كنائسكم من أجل التماثيل التي فيها الصور

ہم تمہارے کلیساؤں میں اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ اس میں ایسی تصویریں ہوتی ہیں جن میں صورتیں دکھائی دیتی ہیں۔

(صحیح بخاری ص ۶۲ ج ۱ کتاب الصلوٰۃ۔ باب الصلوٰۃ فی البیعۃ)

اور حضرت عمرؓ کا یہ پورا واقعہ امام بیہقی نے روایت کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ شام تشریف لے گئے تو وہاں ایک بااثر عیسائی نے آپ کو کھانے پر مدعو کرنے کی خواہش ظاہر کی اس موقع پر آپ نے یہ بات ارشاد فرمائی۔ (سنن بیہقی ص ۲۶۸ ج ۷) جس کا مطلب بظاہر یہ تھا کہ ہم لوگ کلیساؤں تک میں تصویروں کی وجہ سے نہیں جاتے، اس لئے اگر تمہارے گھر میں تصویریں ہوں گی تو ہمارے لئے آنا مشکل ہوگا۔

(۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت ابو الہیاج اسدی کو شہر بھر کی تمام تصویریں مٹانے کے لئے بھیجا، اور فرمایا کہ:

الا أبعثك على ما بعثني عليه رسول الله صلى الله عليه

وسلم أن لاتدع صورة إلا طمستها ...... الخ

کیا میں تم کو اسی مہم پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا، (اور وہ یہ کہ) تم کوئی تصویر نہ چھوڑو جسے مٹا نہ دو.... الخ

(صحیح مسلم، کتاب الجنائز باب الأمر بتسویۃ القبور، حدیث ۹۶۹)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بارے میں مروی ہے کہ:

رأى ابن مسعود صورة في البيت، فرجع،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک گھر میں تصویر دیکھی، تو لوٹ آئے (اندر داخل نہ ہوئے)

(صحیح بخاری ص ۷۷۸ ج ۲ کتاب النکاح، باب هل يرجع إذا رأى منكرًا في الدعوة؟)

(۴) حضرت أبو مسعود انصاریؓ کے بارے میں مروی ہے کہ:

إن رجلا صنع له طعامًا، فدعاه، فقال: أفي البيت صورة؟ قال: نعم، فأبى أن يدخل، حتى كسر الصورة، ثم دخل،

ایک شخص نے ان کے لئے کھانا پکایا، اور ان کو دعوت دی، حضرت أبو مسعودؓ نے کہا کہ کیا گھر میں تصویر ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں، اس پر انہوں نے جانے سے انکار کیا، یہاں تک کہ اس نے تصویر توڑ دی، پھر آپ داخل ہوئے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ص ۲۶۸ ج ۷، کتاب النکاح باب المدعو یری صورًا)

(۵) حضرت أبو ہریرہؓ کے بارے میں منقول ہے کہ:

رأى أبو هريرة فرسا من رقاع في يد جارية، فقال: ألا ترى هذا؟ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إنما يعمل هذا من لا خلاق له يوم القيامة،

حضرت أبو ہریرہؓ نے ایک لڑکی کے ہاتھ میں کپڑے کا بنا ہوا ایک گھوڑا دیکھا، تو فرمایا کہ: دیکھو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: یہ چیز وہ بناتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوتا۔

(مسند احمد ص ۳۸۹ ج ۲ مرویات أبی ہریرہؓ)

(۶) حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک طویل واقعے میں منقول ہے کہ وہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں حضرت ابن عباسؓ کے گھر میں ایک انگیٹھی دیکھی جس پر کچھ تصویریں تھیں، حضرت مسور ابن مخرمہؓ

نے ان پر اعتراض کیا، حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے شروع میں تو فرمایا کہ ہم نے ان تصویروں کو آگ سے جھلسا دیا ہے، (اسلئے اب ان کے استعمال میں کوئی حرج نہیں)، لیکن حضرت مسور بن مخرمہؓ کے جلانے کے بعد ان تصویروں کے بھی سر کٹوا دیئے،

(ملاحظہ ہو، السنن الکبری للبیہقی ص ۲۷۰ ج ۷، و مسند أحمد ص ۳۵۳ ج ۱)

(۷) حضرت سعید بن المسیبؒ کے بارے میں مروی ہے کہ:

کان سعید لا یأذن لابنته فی اللعب ببنات العاج،

حضرت سعیدؒ اپنی بیٹی کو ہاتھی دانت کی گڑیوں سے کھیلنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

(طبقات ابن سعد ص ۱۳۴ ج ۵ ترجمہ سعید بن المسیب)

(۸) حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں:

"یکرہ من التماثیل ما فیہ الروح، فأما الشجر فلا بأس بہ"

وہ تصویریں ناجائز ہیں جو ذی روح کی ہوں، لیکن درخت کی تصویر میں کوئی حرج نہیں۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۴۰۰ ج ۱۰ حدیث ۱۹۴۹۳)

(۹) حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک طویل گفتگو کے دوران فرماتے ہیں:

و أما من آذی اللہ فالذین یعملون الصور، فیقال لهم: أحیوا ما خلقتم.

اور اللہ کو تکلیف پہنچانے والے لوگ وہ ہیں جو تصویریں بناتے ہیں، چنانچہ ان سے کہا جائیگا کہ جو کچھ تم نے پیدا کیا ہے اسے زندہ کرو۔

(مصنف عبدالرزاق ص ۴۰۰ ج ۱۰ حدیث ۱۹۴۹۲)

یہ روایات اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں کہ صحابہ اور تابعین کے درمیان یہ بات ایک مسلم حقیقت کے طور پر مشہور تھی کہ تصویریں بنانا اور رکھنا جائز نہیں ہے۔

۴۔ اب تصویر کے سلسلے میں بعد کے مجتہدین اور فقہائے کے اقوال پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہوگا، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ امت کے مشہور فقہی مکاتب فکر نے تصویر کے متعلق احادیث سے کیا نتائج نکالے ہیں؟

(۱) شیخ الاسلام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ شافعی مسلک کے مشہور عالم ہیں، وہ صحیح مسلم کی شرح میں لکھتے ہیں:

تصویر صورة الحیوان حرام أشد التحریم، وهو من الکبائر، لأنه متوعد علیه بهذا

الوعيد الشديد المذكور في الأحاديث، وسواء صنعه بما يمتهن أو بغيره، فصنعته حرام بكل حال ...... وأما اتخاذ المصور فيه صورة حيوان، فإن كان معلقا على حائط أو ثوبا ملبوسا أو عمامة و نحو ذالك، مما لا يعد ممتهنا، فهو حرام، وإن كان في بساط يداس، ومخدة، ووسادة، ونحوها مما يمتهن، فليس بحرام ...... ولا فرق في هذا كله بين ماله ظله، وما لا ظله له، هذا تلخيص مذهبنا في المسئلة، فبمعناه قال جماهير العلماء من الصحابة والتابعين ومن بعدهم، وهو مذهب الثوري ومالك وأبي حنيفة وغيرهم۔

کسی حیوان کی تصویر بنانا حرام اور شدید حرام ہے، اور اس کا شمار کبیرہ گناہوں میں ہے، کیونکہ احادیث میں اس پر اس قدر سخت وعید آئی ہے، اور یہ تصویر خواہ کسی ایسے مقصد کے لئے بنائی جائے جس سے اس کی تذلیل ہوتی ہو، یا کسی اور مقصد کیلئے، اس کا بنانا ہر حال ناجائز ہے، .... البتہ جس چیز پر پہلے سے تصویر بنی ہوئی ہو اس کو اپنے پاس رکھنے کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ تصویر کسی دیوار پر لٹکی ہوئی ہے، یا وہ پہننے کا کپڑا ہو، یا عمامہ وغیرہ ہو جس کے استعمال کو عموماً تذلیل نہیں سمجھا جاتا، تو وہ بھی حرام ہے، ہاں اگر وہ کسی روندے جانے والے بچھونے پر، یا تکیے وغیرہ پر ہو، جہاں اس کی تذلیل ہوتی ہو تو وہ حرام نہیں، ...... اور ان تمام احکام میں سایہ دار اور بے سایہ تصویروں کے درمیان کوئی فرق نہیں، اس مسئلے میں ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے، صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے علماء کی بھاری اکثریت بھی اسی کی قائل ہے، اور یہی مذہب امام ثوریؒ، امام مالکؒ، اور امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کا ہے۔

(شرح صحیح مسلم للنووی ص ۱۹۹ ج ۲ مطبوعہ أصح المطابع کراچی)

علامہ نوویؒ کے اس اقتباس سے امام شافعیؒ کا مسلک بالخصوص اور دوسرے فقہاء کا بالعموم معلوم ہوجاتا ہے۔

(۲) صحیح بخاری کے معروف شارح علامہ بدرالدین عینی حنفی مسلک کے مستند عالم ہیں انہوں نے بھی صحیح بخاری کی شرح میں تقریباً وہی بات لکھی ہے جو علامہ نوویؒ نے تحریر فرمائی ہے، (ملاحظہ ہو عمدۃ القاری ص ۳۰۹ ج ۱۰ باب عذاب المصورین) اس سے حنفی فقہاء کا مسلک

بھی واضح ہوجاتا ہے کہ تصویر کے مسئلے میں ان کے اور شافعی فقہاء کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، چنانچہ حنفی فقہ کی تمام کتابوں میں تصویر کا یہی حکم مذکور ہے۔

(ملاحظہ ہو بدائع الصنائع للکاسانیؒ ص ۱۱۶ ج ۱/ وفتاویٰ عالمگیریہ ص ۳۵۹ ج ۵، کتاب الکراہیۃ، باب ۲۰ ورد المحتار للشامیؒ طبع استنبول ص ۶۰۶ ج ۱/ باب مکروہات الصلوٰۃ)

(۳) امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بھی تقریباً وہی ہے جو امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا ہے، چنانچہ فقہ حنبلی کے مستند ترین محقق علامہ مرداوی لکھتے ہیں:

يحرم تصوير ما فيه روح، ولا يحرم تصوير الشجر ونحوه، والتمثال مما لا يشابه ما فيه روح، على الصحيح من المذهب، .... يحرم تعليق ما فيه صورة حيوان، وستر الجدار به، وتصويره على الصحيح من المذهب.

کسی ذی رُوح چیز کی تصویر بنانا حرام ہے، لیکن درخت وغیرہ کی یا کسی ایسی چیز کی تصویر بنانا جو ذی روح کے مشابہ نہ ہو، صحیح مذہب کے مطابق حرام نہیں ہے، .... (نیز) جس چیز پر کسی حیوان کی تصویر ہو، اسے لٹکانا، اور دیوار کو اس سے چھپانا، اور دیوار پر اس کی تصویر بنانا بھی صحیح مذہب کے مطابق ناجائز ہے۔

(الإنصاف للمرداوی ص ۴،۴ ج ۱ طبع بیروت ۱۴۰۰ھ)

اور حنبلی مسلک کی یہی تشریح علامہ ابن قدامہؒ نے بھی بیان فرمائی ہے،

(ملاحظہ ہو المغنی لابن قدامہؒ ص ۷ ج ۷، کتاب الولیمۃ)

(۴) البتہ امام مالکؒ سے اس بارے میں مختلف روایات مروی ہیں، ابن شہابؒ کی روایت دوسرے ائمہ مجتہدین کے مطابق یہ ہے کہ ہر قسم کی تصویر ناجائز ہے، اور ابن القاسمؒ کی روایت یہ ہے کہ امام مالکؒ کے نزدیک کپڑوں پر بنی ہوئی تصویر جائز ہے،

(ملاحظہ ہو "التمہید"، لابن عبدالبر ص ۳۰۱ ج ۱ مطبوعہ رباط، مراکش ۱۹۸۷ھ واکمال اکمال المعلم، للأبی ص ۳۹۴ ج ۵)

امام مالکؒ کی اس دوسری روایت کی بنیاد پر مالکی فقہ کی کتابوں میں سایہ دار تصویروں کو ناجائز اور بے سایہ تصویروں کو جائز قرار دیا گیا ہے، چنانچہ فقہ مالکی کی مشہور کتاب "دردیر علی مختصر الخلیل" میں لکھا ہے:

والحاصل أنّ تصاوير الحيوانات تحرم إجماعا إن كانت كاملة لها ظل مما يطول استمراره، بخلاف

ناقص عضو لا يعيش به لو كان حيوانًا، وبخلاف
ما لا ظل له، كنقش في ورق أو جدار، وفيما لا
يطول استمراره خلاف، والصحيح حرمته،
خلاصہ یہ ہے کہ جانداروں کی تصویر باجماع حرام ہے، بشرطیکہ
وہ مکمل ہوں، سایہ دار (یعنی مجسمے کی شکل میں) ہوں، اور دیرپا
ہوں، اس کے برخلاف جن تصویروں میں کسی ایسے عضو کی کمی ہو
جس کے بغیر کوئی حیوان زندہ نہیں رہ سکتا، (کہ وہ جائز ہیں)
اسی طرح جو تصویریں سایہ دار نہ ہوں، جیسے کسی کاغذ یا دیوار پر
بنے ہوئے نقوش، (کہ وہ بھی جائز ہیں) اور جو تصویریں دیرپا نہ
ہوں، ان کے بارے میں اختلاف ہے، اور صحیح یہ ہے کہ وہ
بھی حرام ہیں۔

(الشرح الصغیر للصاوی علی الدردیر ص ۵۰۱ ج ۲ کتاب النکاح، باب الولیمۃ)

علامہ ابو عبداللہ المواقؒ اور علامہ آبیؒ نے بھی مالکیہ کا یہی مسلک بیان فرمایا ہے، کہ ان کے نزدیک صرف سایہ دار تصاویر ناجائز ہیں۔ (ملاحظہ ہو التاج والاکلیل للمواق، بہامش مواھب الجلیل ص ۴ ج ۴، وجواہر الاکلیل للآبیؒ ص ۳۲۶ ج ۱ فصل الولیمۃ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مالکی فقہ میں بے سایہ تصویروں کی اجازت ہے، لیکن جو احادیث پہلے ذکر کی جا چکی ہیں ان کی روشنی میں مالکیہ کا یہ نقطۂ نظر دلائل کے لحاظ سے کمزور ہے، چنانچہ خود مالکی فقہ کے بہت سے علماء نے اسے قبول نہیں کیا، مثلاً قاضی ابن العربیؒ کو مالکی مذہب کا ستون سمجھا جاتا ہے، وہ تحریر فرماتے ہیں:

وأما كيفيت الحكم فيها فإنها محترمة إذا
كانت أجسادًا بالإجماع، فإن كانت رقمًا
ففيها أربعة أقوال، الأول: أنها جائزة، لقوله
في الحديث إلا ما كان رقمًا في ثوب، الثاني:
أنه ممنوع، لحديث عائشةؓ: ....
الثالث: أنه إذا كانت صورة متصلة الهيئة
تامة الشكل منع، فإن هتك وقطع وتفرقت
أجزاؤه جاز، للحديث المتقدم، قالت فيه:
نجعل وسادتين، وكان يرتفق بهما، الرابع
أنه إذا كان ممتهنًا جاز، وإن كان معلقًا

لم يجز ، والثالث أصح -

جہاں تک تصویر کے حکم کا تعلق ہے، سو اگر وہ مجسموں کی شکل میں ہو تو باجماع حرام ہے، لیکن اگر وہ نقوش کی صورت میں ہو تو اس میں چار اقوال ہیں، ایک یہ کہ وہ جائز ہیں، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا کہ: "الا یہ کہ وہ کسی کپڑے میں نقوش ہوں"، دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بھی ناجائز ہیں، جس کی دلیل حضرت عائشہؓ کی (پردے والی) حدیث ہے،......

تیسرا قول یہ ہے کہ اگر وہ ایسی تصویر ہو جس کی ہیئت مربوط اور شکل سالم ہو تو ناجائز ہے، لیکن اگر اسے پھاڑ دیا جائے، یا کاٹ دیا جائے، اور اس کے اجزاء منتشر ہو جائیں تو جائز ہے، اس کی دلیل وہی (حضرت عائشہؓ کی) حدیث ہے جس میں مروی ہے کہ باتصویر پردے سے دو تکیے بنالئے گئے تھے، اور آپؐ ان پر آرام فرماتے تھے، اور چوتھا قول یہ ہے کہ اگر تصویریں پامال ہوں تو جائز ہیں، اور لٹکی ہوئی ہوں تو ناجائز۔ ان میں سے تیسرا نقطۂ نظر زیادہ صحیح ہے۔

(عارضۃ الأحوذی، شرح جامع ترمذی ص ۲۵۳ ج ۷، ابواب اللباس، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۵۰ھ)

اسی طرح مالکیہ کے ایک دوسرے مشہور عالم علامہ زرقانیؒ نے بھی علامہ ابن العربیؒ کا مذکورہ اقتباس نقل کرنے کے بعد انہی کی تائید کی ہے، اور لکھا ہے کہ:

وكذا رجح ابن عبد البر القول الثالث ، وقال: إنه أعدل المذاهب وعليه اكثر العلماء ، ومن حمل عليه الآثار لم تتعارض ، وهذا أولى ما اعتقد فيه.

اسی طرح علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ نے بھی تیسرے قول کو ترجیح دی ہے، اور فرمایا ہے کہ یہ تمام مذاہب میں معتدل ترین قول ہے، اور اکثر علماء کا موقف بھی یہی ہے، اور احادیث کی شرح اس طرح کرنے سے ان کے درمیان کوئی تعارض باقی نہیں رہتا، اور میرے اعتقاد میں یہ راجح ترین بات ہے۔

(شرح الزرقانی علی المؤطا ص ۳۶۷ ج ۴ باب ۶۶۹)

اس سے واضح ہے کہ علماء مالکیہ میں سے بھی حافظ ابن عبدالبرؒ، قاضی ابن العربیؒ اور علامہ زرقانیؒ جیسے جلیل القدر حضرات ممانعت کی احادیث کے پیش نظر حنفی، شافعی اور حنبلی فقہاء کی طرح ہر قسم کی تصویروں کو ناجائز قرار دیتے ہیں۔

۴۔ مندرجہ بالا بحث سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ جو تصویریں مجسموں کی شکل میں ہوں ان کا بنانا اور رکھنا بالکل حرام ہے، اور اس پر اُمت کے تمام فقہاء کا اتفاق ہے، اور جو تصویریں مجسمے کی شکل میں نہ ہوں، بلکہ کپڑے یا کاغذ وغیرہ پر اس طرح بنی ہوئی ہوں کہ ان کا سایہ نہ پڑتا ہو ان کے بارے میں بھی فقہاء اُمت کی بھاری اکثریت کا مسلک یہی ہے کہ وہ ناجائز ہیں، صرف بعض مالکی فقہاء نے ایسی تصویروں کو جائز قرار دیا ہے، لیکن تصویر کی ممانعت سے متعلق جو احادیث ہم نے پیچھے ذکر کی ہیں، ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ نقطۂ نظر کمزور اور مجروح ہے، اسی لئے خود مالکی مسلک کے بہت سے فقہاء اور محدثین نے بھی اسے قبول نہیں کیا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت، آپ کی ایک درجن سے زائد احادیث، صحابہ کرامؓ کے تعامل اور فقہاء اُمت کے اقوال کی روشنی میں نتیجہ یہی برآمد ہوتا ہے کہ تصویر کا بنانا اور رکھنا ناجائز ہے۔

۲۔ البتہ یہ درست ہے کہ ضرورت کے حالات ہر مسئلے میں مستثنیٰ ہوا کرتے ہیں، لہٰذا اب ہمیں دوسرے سوال کا جائزہ لینا ہے کہ کیا تصویر کشی اور تصویر کا استعمال کسی ضرورت کی بناء پر جائز ہے یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں جب ہم اسلامی احکام کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شریعت نے دوسرے مسائل کی طرح تصویر کے مسئلے میں بھی واقعی "ضرورت" اور "حاجت" کا پورا لحاظ رکھا ہے، جس کی دلیل یہ ہے کہ آپؐ نے باتصویر کپڑے کو بالکل ضائع کرنے کے بجائے اسے فرش وغیرہ میں استعمال کرنے کی اجازت دی۔ چنانچہ پامال مقامات پر تصویر کا استعمال تمام فقہاء کے نزدیک جائز ہے، اس کے علاوہ آپؐ نے صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بچپن میں گڑیوں کے استعمال کی اجازت دی۔ (ملاحظہ ہو مشکوٰۃ المصابیح، باب الولی فی النکاح، مع مرقات المفاتیح، ص ۲۰۶ ج ۶)

اسی بنیاد پر فقہاء کرام نے بھی مختلف ضرورتوں کے مواقع پر تصویر کے استعمال کو جائز قرار دیا ہے، مثلاً امام محمد بن الحسنؒ اپنی کتاب "السیر الکبیر" میں فرماتے ہیں:

وإن تحققت الحاجة له إلى استعمال السلاح الذي فيه تمثال فلا بأس باستعماله۔

اگر کسی شخص کو ایسے ہتھیار استعمال کرنے کی ضرورت پیش آجائے جس میں تصویر ہو تو اسکے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔

شمس الائمہ سرخسیؒ اسکی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لأن مواضع الضرورة مستثناة من الحرمة، كما في تناول الميتة۔

اس لئے کہ ضرورت کے مواقع حرمت سے مستثنیٰ ہیں، جیسے کہ مُردار کا کھانا (ضرورت کے وقت جائز ہوجاتا ہے)

(شرح السیر الکبیر ص ۲۱۰ ج ۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف دکن)

اسی طرح گزشتہ دور میں بھی غیر مسلم اقوام چاندی اور سونے کے سکوں پر تصویریں بنایا کرتی تھیں اور یہ سکے مسلمان ممالک میں بھی چلتے تھے، ان کے بارے میں شمس الائمہ سرخسی تحریر فرماتے ہیں کہ:

إن المسلمين يتبايعون بدراهم الأعاجم فيها التماثيل بالتيجان ولا يمنع أحد عن المعاملة بذالك.

مسلمان اہل عجم (غیر مسلموں) کے دراہم سے خرید و فروخت کرتے ہیں، حالانکہ ان میں تاج پوشوں کی تصویریں ہوتی ہیں، اور کوئی شخص ان دراہم سے لین دین کو منع نہیں کرتا۔

(شرح السیر الکبیر ص ۲۷۸ ج ۲)

بلکہ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر مسلمانوں کو غیر مسلموں سے جنگ کے دوران مال غنیمت میں سونے کی بنی ہوئی تصویریں مل جائیں تو ان کو توڑ کر استعمال کرنا چاہئیے، لیکن اگر اس سونے کے باتصویر سکے ملیں تو ان کو توڑنے کی ضرورت نہیں، ان کو جوں کے توں استعمال کر سکتے ہیں، انہی سکوں کے بارے میں فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ ایسے مصور سکوں کو لیکر نماز پڑھنا بھی جائز ہے، چنانچہ شمس ائمہ سرخسی رح لکھتے ہیں کہ:

لا بأس بأن يحمل الرجل في حال الصلاة دراهم العجم وإن كان فيها تمثال الملك على سريره وعليه تاجه.

اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ انسان نماز کی حالت میں اہل عجم (غیر مسلموں) کے دراہم اٹھائے ہوئے ہو، اگرچہ ان دراہم پر بادشاہ کی تصویر ہوتی ہے جو اپنے تخت پر بیٹھا ہوتا ہے اور اس کے سر پر تاج ہوتا ہے۔

(شرح السیر الکبیر ص ۲۱۲ ج ۳)

ان تمام احکام سے ظاہر ہے کہ ضرورت اور شدید حاجت کے مواقع پر تصویر کا استعمال جائز ہے۔

۴۳۔ اب میں خاص طور پر شناختی کارڈ کے مسئلے کی طرف آتا ہوں، نیشنل رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور اس حکم کا منشاء یہ ہے کہ ایک طرف ملک کے ہر شہری کا ریکارڈ حکومت کے پاس محفوظ رہے، اور دوسری طرف اس کی شناخت آسان ہو، اس میں شک نہیں کہ شہریوں کی شناخت کا تعین اس دور میں ایک ضرورت بن چکا ہے، ملکوں کی آبادی میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے، جرائم، جعلسازیوں اور سازشوں کے نت نئے طریقے ایجاد ہو چکے ہیں، لہٰذا موجودہ تمدنی نظام میں انسانوں کی شناخت کے لئے تصویر کا استعمال ایک ضرورت یا شدید حاجت بنکر سامنے آگیا ہے، دُنیا بھر میں پاسپورٹ اور ویزا وغیرہ میں تصویر کی پابندی ایک بین الاقوامی

ضرورت بن گئی ہے، اور کسی بھی ملک کے لئے اس پابندی کے معاملے میں دُنیا سے الگ تھلگ رہ کر جعلسازی کے مسائل پر قابو پانا انتہائی مشکل ہوگیا ہے، اور بلاشبہ ایسے حالات ہو چکے ہیں جن کے پیشِ نظر ضرورت کی حد تک کسی ناجائز چیز کا استعمال جائز ہو جاتا ہے، — شناخت کی واقعی ضرورت کی بنا پر احکام میں لچک کی ایک نظیر یہ ہے کہ فقہاء کرام نے گواہی کے موقع پر جب شناخت کی ضرورت ہو تو عورت کے لئے چہرہ کھولنے کو جائز قرار دیا ہے، (ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیریہ ص ۲۶۸ ج ۱ کتاب النکاح) شناختی کارڈ اور پاسپورٹ میں شناخت کے تعین کے لئے تصویر کے استعمال کی ضرورت یقیناً اس گواہی کی ضرورت سے زیادہ ہے، اس لئے اس ضرورت کیلئے شناختی کارڈ پر تصویر چسپاں کرنے کی پابندی کو قرآن و سنت کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

۴۴۔ مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ ناقابلِ انکار احادیث کی رُو سے تصویر بنانا اور رکھنا دونوں ناجائز ہیں، خواہ وہ تصویر مجسمے کی شکل کی ہو، یا نقوش کی شکل میں، البتہ جہاں شناخت کے مقصد کے لئے واقعی ضرورت داعی ہو، وہاں ضرورت کی حد تک تصویر بنانے یا اس کے استعمال کی اجازت ہے، لیکن اس سے ان تصاویر کا جواز پیدا نہیں ہوتا جو کسی واقعی ضرورت کے بغیر محض سجاوٹ، شغلے (Hobby) یا پروپیگنڈے کے لئے بنائی جاتی ہیں، اور جن کا آج عام رواج ہو چکا ہے، یہ بلا ضرورت تصویریں یقیناً اسلام کے خلاف ہیں، لیکن شناختی کارڈ کے مقصد کے لئے تصویر کا استعمال ضرورت کی بنا پر جائز ہے، اور ضرورت کی بنا پر یہ جواز بھی قرآن و سُنت ہی سے مستنبط ہے۔

۴۵۔ اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ تصویر کی پابندی کے باوجود دُنیا میں دھوکہ فریب کا بازار گرم ہے، اور ایک کی جگہ دوسرے کی تصویر استعمال ہو جاتی ہے، اس لئے تصویر اس ضرورت کو پُورا نہیں کرتی، لیکن ہماری نظر میں یہ دلیل درست نہیں، بلاشبہ تصویر کی پابندی سے دھوکہ فریب بالکلیہ ختم نہیں ہوا، لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس کے ذریعہ جعلسازی کے ایک اہم راستے کا بڑی حد تک سدباب ہو جاتا ہے، اور اگر یہ پابندی اُٹھالی جائے تو جعلسازی کا بازار کہیں زیادہ گرم ہو جائیگا۔

۴۶۔ فاضل وکیل موصوف نے آخر میں یہ تجویز بھی پیش کی کہ اگر شناختی کارڈ کے قانون کو باقی رکھنا ضروری ہی ہو تو کم از کم اس میں یہ استثناء ہونا چاہیئے کہ جو لوگ تصویر کھنچوانے کو ناجائز سمجھتے ہوں وہ اس پابندی سے مستثنیٰ ہونگے، — لیکن ہمارے لئے اس تجویز سے اتفاق بھی ممکن نہیں، اس لئے کہ اگر شناختی کارڈ پر تصویر چسپاں کرنے کا قانون قرآن و سنت کیخلاف ہے تو یہ قانون سب کیلئے کالعدم ہونا چاہیئے، اور اگر اس قانون سے قرآن و سنت کے احکام کی خلاف

ورزی لازم نہیں آتی تو یہ سب پر یکساں طور سے نافذ ہونا چاہیئے، عام ملکی قوانین میں اس قسم کا استثنار رکھنا عملاً ممکن بھی نہیں، اور اس سے قانون کا اصل مقصد بھی فوت ہو جاتا ہے، قرآن و سُنّت اور فقہ اسلامی کی روشنی میں اس مسئلے کے تمام پہلوؤں سے ہم بحث کر چکے ہیں، اور اس کے بعد اس سلسلے میں کوئی شُبہ نہیں رہتا کہ شناختی کارڈ کے لئے تصویر کے استعمال کی شرعاً گنجائش ہے، لہٰذا قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء کے اس حکم کو جس کی رو سے شناختی کارڈ پر تصویر کا چسپاں کرنا لازمی قرار دیا گیا ہے، قرآن و سنّت کے احکام کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔ واللہ سبحانہ أعلم۔

۴۷۔ اپیل کنندہ کا اعتراض اس حد تک درست ہے کہ وفاقی شرعی عدالت نے اپنے فیصلے میں تصویر کو مطلق اور غیر مشروط طور پر جائز قرار دیدیا ہے، حالانکہ سُنّت کے واضح احکام کے تحت بلاضرورت تصویر سازی اور تصویر کا استعمال جائز نہیں، چنانچہ اس بارے میں وفاقی شرعی عدالت کے اس مؤقف سے اتفاق نہیں کرتا، البتہ جہاں تک قومی رجسٹریشن ایکٹ میں تصویر کو لازمی قرار دینے کا تعلق ہے، اس کے بارے میں ہم وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو بحال رکھتے ہیں، اور ان ملاحظات کے ساتھ یہ اپیل مُسترد کی جاتی ہے۔

(محمد تقی عثمانی)
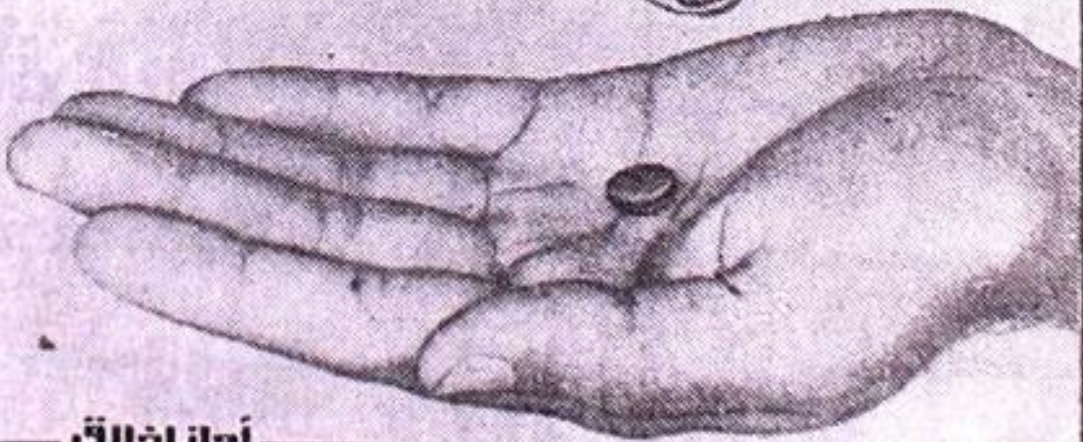
ٹی وی، وی سی آر

ایک شرعی جائزہ

(۵)

تفریحاتِ ثلثہ کا شرعی حکم

سابقہ مباحث کے بعد ہم بہت حد تک اس قابل ہو چکے ہیں کہ ٹی وی وی سی آر اور فلم کی شرعی حیثیت پر کلام کر سکیں اور جیسا کہ گذشتہ مباحث کے پڑھنے سے قارئین کو یہ بھی اندازہ ہو چکا ہو گا کہ ہم نے اپنے مقالہ میں صرف اس ملک خداداد پاکستان کے 'پاکیزہ' ٹیلی ویژن اور اس کے عوام کے ٹی وی، وی سی آر اور فلموں کے "ستھرے ذوق" سے ہی بحث کی ہے ورنہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا کے دیگر ممالک میں، بالخصوص غیر مسلم ممالک میں خواہ وہ یورپ کے ہوں یا امریکہ کے اس فاسقانہ رجحان میں عوام الناس اور حکومتیں ہمارے تصورات سے بھی زیادہ، آزاد، عریاں، فحش پسند اور سیاہ کار ہیں۔ ان لوگوں کے مزاج و مذاق پر گفتگو کرنے کے ہم متحمل بھی نہیں۔ کیونکہ ان کے بارے میں حوالہ جات کو نقل کرنا یا سیاحوں اور دیکھنے والوں کے تاثرات بیان کرنا بدترین فحش گوئی کے زمرے میں آتے ہیں.

جہاں تک ہم نے دینِ اسلام کا مطالعہ کیا اور جس حد تک ہم اپنے دین کو سمجھ سکے ہیں ہم اس نتیجہ تک پہنچے ہیں کہ زیرِ بحث تینوں اشیاء کا استعمال جس طرح ہمارے زمانے میں ہو رہا ہے قطعاً حرام ہے لہٰذا ان تینوں تفریحات سے رائج الوقت طریقہ سے لطف اندوز ہونا سخت گناہوں میں سے ہے، ذیل میں ہم اپنے موقف پر کچھ دلائل پیش کرتے ہیں.

نامحرم مرد و عورت کو دیکھنا

اس بنیادی مسئلہ سے ہر مسلمان بخوبی واقف ہے کہ نامحرم عورت یا مرد کو بلا کسی شدید شرعی ضرورت کے دیکھنا کسی طرح بھی حلال نہیں اور ہر مسلمان جانتا ہے کہ یہ بات مبادیات اسلام میں دو اور دو چار کی طرح واضح ہے۔

دین اسلام نے معاشرے میں پاکیزگی اور جنسی انضباط پیدا کرنے کے لئے ہمہ گیر تعلیمات دی ہیں جو زندگی کے ہر ہر موقع پر حاوی ہیں، کوئی ایک مقام بھی ایسا نہیں۔ جہاں سے جنسی انارکی وبا پھوٹنے کا خدشہ ہو۔ چنانچہ خالق کائنات نے خود قرآن کریم میں ارشاد فرمایا؛

قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

(النور ۳۰ - ۳۱)

آپ مومن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے حق میں زیادہ پاکیزگی کی بات ہے بے شک اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔ اور آپ ایمان والی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

اس آیت میں واضح طور پر ارشاد فرما دیا گیا کہ جو شخص بھی اللہ پر ایمان رکھتا ہے۔ خواہ وہ مرد ہو یا عورت اپنی نظروں کی حفاظت کا اہتمام کرے اور اس کے لئے کسی بھی طرح حلال نہیں کہ بے محابا نامحرموں کو دیکھتا پھرے۔ یہاں یہ بات بھی خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ عام طور پر قرآنی آیات کا اسلوب یہ ہے کہ مردوں کو خطاب کیا جاتا ہے اور عورتوں کو ضمناً اس میں شامل سمجھا جاتا ہے، مگر حفاظت نظر کے سلسلے میں قرآن نے واضح طور پر علیحدہ علیحدہ دونوں کو حکم دیا ہے تاکہ اس سلسلہ میں کوئی شبہ بھی باقی نہ رہے۔

انسانی نفسیات کی باریکیوں سے واقف کسی بھی شخص پر یہ بات ڈھکی چھپی نہیں، کہ بے راہ روی کی پہلی بنیاد نامحرموں کو دیکھنا ہے؟

اور یہی نت نئی عورتوں کو مختلف انداز میں دیکھنے کی چاٹ ہے، جس کے لگ جانے کے بعد انسان رفتہ رفتہ تباہی کے راستے پر نکل آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہوں کی حفاظت پر خاص زور دیا ہے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا۔

الاثم حواز القلوب وما من نظرة الا وللشيطان فيها مطمع ( )

(نفسانی خواہش اور گناہ دلوں پر تسلط اختیار کر لیتا ہے اور جو نگاہ بھی نامحرم پر اٹھتی ہے شیطان کو اس سے بڑی امید وابستہ

ہوتی ہے۔

ایک دوسری حدیث میں قدسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ :

النظرة سهم مسموم من سهام ابليس من تركها من مخافتي ابدلته ايمانا يجد حلاوته في قلبه
(طبرانی، مستدرک حاکم)

(نامحرم پر) نظر شیطان کے تیروں میں سے زہریلا تیر ہے جس شخص نے اس کو میرے خوف سے چھوڑ دیا۔ میں اس کے بدلے اس کو وہ ایمان دوں گا جس کی مٹھاس وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

اس حدیث سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص بھی نامحرموں کو محض خدا کے خوف سے نہ دیکھے اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی حلاوت نصیب فرماتے ہیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بدنظری کی پہلی سزا مسلمان کو یہ دی جاتی ہے کہ اسے ایمان کی حلاوت محروم کر دیا جاتا ہے اس لئے تمام صوفیا اس بات پر متفق ہیں کہ بدنظری کی وجہ سے انسان عبادت کی لذت سے محروم ہو جاتا ہے

ایک حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔

الا وقد لعن الله الناظر والمنظور اليه
(ابن عساکر)

خوب سمجھ لو کہ اللہ کی لعنت فرماتے ہیں اس شخص پر جو نامحرموں کو دیکھے اور اس پر بھی جو نامحرموں کے سامنے اپنی نمائش کرے

ایک حدیث میں فرمایا گیا۔

من نظر الى محاسن امرأة اجنبية من شهوة صب في عينيه الآنك يوم القيمة
(الزواجر)

جو شخص کسی اجنبی عورت کے محاسن پر شہوت سے نظر ڈالے، اس کی دونوں آنکھوں میں قیامت کے دن پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا۔

لتغضن ابصاركم ولتحفظن فروجكم او لتكسفن وجوهكم
(طبرانی)

اپنی نگاہوں کو جھکائے رکھو، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، یا پھر (بصورت دیگر) تمہارے چہروں کو بے رونق کر دیا جائے گا۔

ایک حدیث میں مسلمانوں سے کہا گیا کہ آنے جانے والے راستوں پر نہ بیٹھا کرو اور اگر کسی وجہ سے بیٹھنا ناگزیر ہو تو راستے کے حق ادا کیا کرو، جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ گزرنے والے نامحرموں سے اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو (صحیح مسلم)

بدنظری سے رکنے میں انسان کو جس طرح اپنی نفسانی خواہشات کو پامال کرنا پڑتا ہے اور اس سلسلہ میں اسے جس مجاہدے کا سامنا کرنا پڑتا ہے یہ ایک مستقل نیک عمل ہے جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے بڑی ترغیب دی چنانچہ ایک

جگہ ارشاد فرمایا۔

ثلاثہ لا تری اعینہم النار عین حرست فی سبیل اللہ، و عین بکت من خشیۃ اللہ و عین کفت عن محارم اللہ
(مجمع الزوائد)

تین آدمی ایسے ہیں جن کی آنکھیں جہنم کی آگ کو دیکھنے سے بھی محفوظ رہیں گی ایک وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں جہاد کرتے وقت پہرے داری میں لگی رہی، دوسرے وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روئی، تیسرے وہ آنکھ جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے رُکی رہی۔

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا۔

کل عین باکیۃ یوم القیمۃ الا عین غضت عن محارم اللہ و عین سہرت فی سبیل اللہ و عین خرج فیھا مثل راس الذباب من خشیۃ اللہ
(حلیۃ الاولیاء)

ہر آنکھ قیامت کے دن رو رہی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھنے سے رُکی رہی، اور وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں جہاد کے وقت نیند سے محروم رہی اور وہ آنکھ جس سے مکھی کے سر کے برابر بھی خوف خدا کی وجہ سے آنسو بہ نکلا۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔

ما من مسلم ینظر الی محاسن امرأۃ ثم یغض بصرہ الا اخلف اللہ لہ عبادۃ یجد حلاوتھا
(مسند احمد)

جس مسلمان کی بھی کسی نامحرم عورت کے محاسن پر نظر پڑ جائے اور پھر وہ (دوبارہ دیکھنے یا ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے کے بجائے) اپنی نگاہوں کو جھکا لے تو اس کے عوض اللہ تعالیٰ اس کو ایسی عبادت نصیب فرماتے ہیں جس کی مٹھاس وہ واضح طور پر محسوس کرتا ہے۔

بغیر کسی ارادے کے اتفاقاً اگر کسی نامحرم پر نظر پڑ جائے تو مسلمانوں کو یہ ادب سکھایا گیا کہ نگاہیں جھکا لو، اور دوبارہ نظر اٹھا کر مت دیکھو، چنانچہ حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ فرماتے ہیں کہ:

سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نظر الفجاءۃ فقال اصرف بصرک
(مسلم، ترمذی)

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا اختیار اچانک نظر پڑ جانے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ (مسلسل یا دوبارہ دیکھنے کے بجائے) اپنی نگاہوں کو پھیر لو۔

ایک حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

یا علی ان لک فی الجنۃ کنزا وانک ذو قرنیھا فلا تتبع النظرۃ النظرۃ فان لک الاولی

(مسند بزار)

اے علی تمہارے لئے جنت میں بڑا خزانہ ہے اور تمہارا جنت میں بڑا حصہ ہے تم ایک نظر کے بعد دوسری نظر مت ڈالو اس لئے کہ پہلی نظر تو بے اختیار اور اچانک ہونے کی صورت میں تمہارے لئے دلدل ہے۔

یہی بدنظری ہے، جسے ختم کرنے کے لئے نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا۔

یامعشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج ومن لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء

(صحیح بخاری)

اے نوجوانوں کے گروہ! تم میں سے جو کوئی بھی نکاح کی قدرت رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرے کیوں کہ نکاح نگاہوں کو جھکا دینے والا۔ اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جو کوئی نکاح کی قدرت نہ رکھے، تو اسے چاہیئے کہ وہ روزے رکھے، اس لئے کہ روزے سے شہوانی قوتیں ماند پڑجاتی ہیں۔

ان آیات اور احادیث کو پڑھنے کے بعد اس وضاحت کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے کہ ان تینوں تفریحات کی روح رواں اور کل کی کل زینت نوجوان اور خوبصورت لڑکیاں ہیں، جو ستاروں جیسے پاکیزہ ناموں سے پکاری جاتی ہیں اور اپنی اندھیری شعاعوں سے انسانی قلوب کو یاد الہٰی سے غافل کرتی ہیں۔ کوئی ڈرامہ یا اشتہار ان سے خالی ہو تو وہ پھیکا اور بے مزہ سمجھا جاتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان عورتوں کو دیکھنے والوں میں کتنے ان کے محرم ہوتے ہیں شاید لاکھوں ناظرین میں سے دس پانچ بھی (بزعم خویش) اس خوش نصیبی کے حامل نہیں ہوتے، پھر یہ کہ وہ اداکارائیں جن بے ہودہ حرکات اور ناز یا کلمات کا تکرار کرتی ہیں) کیا انکا ارتکاب محارم کے سامنے بھی جائز ہے؟

علاوہ ازیں ان تفریحات میں عام طور پر جو وجیہہ، خوبرو اور حسین نوجوان دکھلائے جاتے ہیں کونسی شریعت سے ثابت ہوتا ہے کہ نامحرم عورتوں کو انہیں دیکھنا جائز ہے کیا عورتوں پر مذکورہ آیات اور احادیث کی روشنی میں ان افراد کو دیکھنا ممنوع نہیں ٹھہرتا؟

وہ لوگ جو انقلاب زمانہ کے آگے اپنے آپ کو بے بس سمجھتے ہیں۔ اور اس پست ہمتی سے مجبور ہو کر یہی پکارنے لگتے ہیں کہ ؎

چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی۔

ہم نے اکثر ان کو دیکھا ہے کہ وہ فلم، ٹی وی اور ویڈیو کیسٹ میں نظر آنے والے منظر کے عکس یا تصویر ہونے کے مباحث میں الجھے رہتے ہیں، اور اس پر غور نہیں کرتے کہ منظر خواہ اصل ہو یا عکس یا تصویر اس نوعیت کا بھی ہے جسے دیکھنا جائز ہے؟ ہم ان روشن خیالوں سے پوچھتے ہیں کہ بتلایئے کہ نامحرم مرد و عورت کو بالمشافہ دیکھنے میں یا ان کے عکس اور تصویر کے دیکھنے آخر فرق کیا ہے؟ کیا پورے قرآن اور احادیث کے تمام ذخیرے کو کھنگالنے کے بعد کوئی ایک دلیل بھی ایسی ملتی ہے، جس سے نامحرم مرد و عورت کے عکس یا تصویر کے دیکھنے کا جواز معلوم ہوتا ہو؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ نامحرم کو خواہ براہ راست دیکھا جائے یا اس کا عکس یا تصویر دیکھی جائے، دونوں کا یکساں حکم ہے۔ بلکہ شاید عکس اور تصویر نسبتاً زیادہ حرمت رکھتے ہیں، کیوں کہ بالمشافہ دیکھنے میں تو شاید نمائش کنندہ جی بھر کر نہ دیکھنے دے جب کہ عکس یا تصویر کو خوب غور سے دیکھا جا سکتا ہے، اور پھر بالمشافہ دیکھنے میں محاسن ظاہرہ و باطنہ کو اتنے غور سے نہیں دیکھا جا سکتا جتنا تصویر یا عکس کی صورت میں دیکھا جا سکتا۔ خلاصہ یہ کہ رائج الوقت فلموں، ٹی وی پروگراموں اور ویڈیو کیسٹ دیکھنے کی حرمت کی پہلی وجہ یہ ہے کہ ان میں بالعموم نامحرم مرد و عورت کو دیکھا جاتا ہے جو قطعاً حرام ہے۔

اعضائے مستورہ کی نمائش

دنیائے اسلام کے ہر گوشے میں چودہ سو سال سے امت مسلمہ کا اس پر تواتر عمل رہا ہے کہ عورتیں مکمل پردے میں زندگی گذاریں اس صدی سے پہلے جب تک مسلمان اپنی اصل تہذیب پر باقی تھے، اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ عورتیں کھلے عام اپنے چہروں اور بدن کی نمائش کرتی پھریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہر مسلمان کے لئے راہ عمل ہوتی تھی کہ:۔

المرأة عورة اذا خرجت استشرفها الشيطان

(جامع ترمذی، مسند بزار)

عورت تو مکمل طور پر چھپائے جانے والی بستی ہے، جب کبھی بھی وہ پردے سے نکلی تو شیطان اس کے پیچھے لگ جاتا ہے۔

اور اس بات میں بھی کوئی اختلاف نہیں، کہ گذشتہ چودہ صدیوں میں عالم اسلام کے ہر گوشے میں مسلمان عورتیں اپنے چہروں کو ڈھانپ کر گھر سے نکلتی رہی ہیں، خود قرآن کریم اور احادیث نبویہ سے بھی عورتوں کے لئے چہرے کو چھپانے کی فرضیت ثابت ہوتی ہے۔

وہ لوگ جن کی آنکھیں مغربی تہذیب کے آگے خیرہ ہو چکی ہیں اور جنہیں مغرب کی برائیاں بھی علین خوبیاں معلوم ہوتی ہیں، اسلام میں پردے کے تفصیلی احکامات پر بڑے شرمندہ شرمندہ سے رہتے ہیں، پورے عالم اسلام میں، خواہ وہ مصر یا ترکی پاکستان ہو یا ہندوستان ہر جگہ ان بزدلوں، اور مرعوب لوگوں کی یہی روش رہی ہے کہ بجائے اس کے کہ مغربی اقوام کے سیاسی غلبہ کی وجہ سے مسلمانوں میں جو فکری، اعتقادی اور عملی توڑ پھوڑ پیدا ہوئی ہے اس کا مداوہ کریں اور مسلمانوں میں اسلامی تعلیمات پر غیر متزلزل یقین پیدا کریں، وہ ہمیشہ یہی کرتے رہے ہیں، کہ دین اسلام میں وقت کے تقاضوں بلکہ مغرب کے مطابق کتر بیونت کرتے رہیں ان ظالموں کی ان بدترین تحریفات اور جاہلانہ مشق وستم کی وجہ سے پورا عالم اسلام۔ الاماشاء اللہ۔ تیزی سے عملی نفاق کے راستے پر چل پڑا ہے۔

وہ لوگ جنہوں نے نام نہاد "روشن خیالی" اور "وسعت ذہنی" کے تحت اسلام میں پردے کی تعلیمات کو بگاڑنے کی کوشش کی ہے جب قرآن وحدیث سے ایڑھی چوٹی کا زور لگا کر بے پردگی کا اثبات کرتے ہیں تو بمشکل تمام چہرے کے کھولنے کو ہی ثابت کر پاتے ہیں، اس سے آگے ان کی ہمتیں بھی جواب دے جاتی ہیں اور وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، کہ عورت کے لئے سوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے دوسرے اعضاء کو نامحرموں کے سامنے کھولنا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ چنانچہ وہ مانتے ہیں کہ مسلمان عورتوں کا نامحرم مردوں کے سامنے کھلے سر آنا اپنے بالوں کی آرائش اور زلف گرہ گیر کی نمائش کرنا اپنے ننگے بازوؤں اور کھلے پیٹوں کو دکھانا قطعاً حرام ہے۔

اس تفصیل کے بعد یہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی کہ ان تفریحات میں عام طور پر عورتوں کو جن لباسوں میں پیش کیا جاتا ہے، وہ شرعی تقاضوں کو پورا نہیں کرتے، بالعموم عورتوں کو جو لباس پہنایا جاتا ہے، اکثر اس میں دوپٹہ شامل نہیں کیا جاتا، اور اگر کبھی دوپٹہ سر پر رکھ بھی لیا جاتا ہے تو بھی اس سے مکمل سر نہیں ڈھانپا جاتا اور پھر دوپٹے سے قطع نظر بقیہ لباس میں بھی کبھی بازو کھلے ہوتے ہیں اور کبھی بانہیں ننگی ہوتی ہیں کبھی گریبان کشادہ ہوتا ہے۔

اور کبھی سینہ عریاں ہوتا ہے کبھی پیٹ کو ننگا کر دیا جاتا ہے اور کبھی پنڈلیوں کی نمائش کی جاتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھی تو لباس کا صرف تکلف ہی کیا جاتا ہے کیوں کہ یا تو اسے بہت کم کر دیا جاتا ہے یا بہت تنگ، اور دونوں صورتوں میں اس کا پہننا بھی نہ پہننے سے زیادہ فتنہ خیز ہوتا ہے۔

ٹ یہ مختصر سا مقام اس موضوع پر تفصیلی بحث کا متحمل نہیں اس موضوع پر احقر ایک مستقل کتاب تحریر کر رہا ہے۔ جو انشاء اللہ بہت جلد منصہ شہود پر آجائے گی۔

یہ تو بے چاری عورتوں کا حال ہے، جو خود بھی جذبہ خود نمائی سے مری جارہی ہیں یہاں تو مردوں کو بھی بعض اوقات ایسے لباس میں پیش کیا جاتا ہے جو ستر پوشی تک نہیں کرپاتا اب سوال یہ ہے کہ عورتوں کے ان اعضا جن کا چھپانا باجماع امت فرض عین ہے اور مردوں کے ستر کو دیکھنا آخر کس دلیل کی بنا پر جائز ہے اور کون احمق ہے جو یہ دعویٰ کرسکے کہ انہیں بالمشافہ تو دیکھنا جائز نہیں، البتہ اگر فلموں اور ٹی وی میں عکس کی تصویر کی صورت پر دیکھ لیا جائے تو جائز ہے؟

ناشائستہ اور نازیبا حرکات

ان تفریحات کی حرمت کی ایک وجہ یہ بھی ہے، کہ ان میں بے ہودہ اور فحش حرکات پیش کی جاتی ہیں، آخر کونسا ایسا شخص ہے جسے علوم اسلامیہ سے ادنیٰ بھی ممارست ہو اور اس بات کو جائز سمجھتا ہو کہ عورتوں یا مردوں کے لئے ڈانس کرنا۔ اور ناچنا درست ہے؟ یا پھر ان کے لئے مٹکنا چٹکنا بلکہ نیم رقص کے انداز میں لہرانا اور بل کھانا جائز ہے؟ جب کہ ان تفریحات خاص طور پر فلموں میں تو رقص ریڑھ کی ہڈی سمجھا جاتا ہے۔

موسیقی سے لطف اندوزی

ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ ان تفریحات میں اور ماشا اللہ ایک آدھ پروگرام کے علاوہ سبھی میں موسیقی لذت گوش کا سامان فراہم کرتی ہے چنانچہ عین اس وقت جب کہ آنکھیں نامحرموں سے مزے لوٹتی ہیں کان موسیقی سے لذت اٹھاتا ہے، حالانکہ باجماع امت موسیقی سے لطف اندوزی حرام ہے [۱]

---

[۱] یہ مقام موسیقی کے شرعی حکم پر تفصیلی بحث کا نہیں اس سلسلے میں تفصیل کے لئے دیکھئے مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی کتاب "اسلام اور موسیقی" جس پر احقر کی بسیط تحقیق اور تفصیلی شرح بھی ہے۔ (جاری)

بقیہ عبرت و نصیحت

موردہ نہیں۔ اس آیت نے ان سب کو یہ ہدایت دی کہ کیا اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کے لئے کافی نہیں تم نے خالص اللہ کے لئے گناہوں کے ارتکاب سے بچنے کا عزم کرلیا اور احکام خداوندی کے خلاف کسی حاکم و افسر کی پروا نہ کی تو خدا تعالیٰ کی امداد تمہارے ساتھ ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ یہ ملازمت چھوٹ بھی جائے گی تو اللہ تعالیٰ تمہارے رزق کا دوسرا انتظام کردیں گے اور مؤمن کا کام تو یہ ہے کہ ایسی ملازمت کو چھوڑنے کی خود ہی کوشش کرتا ہے کہ کوئی دوسری مناسب جگہ مل جائے تو اس کو فوراً چھوڑ دے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی

مجالس

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب

خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت تھانوی قدس اللہ سرہ

حضرت حسین رضی اللہ عنہ

حضرت قاری فتح محمد صاحب حج سے تشریف لائے ہیں۔ فرمایا کہ آج تو قاری صاحب سے سننے کو جی چاہتا ہے۔ قاری صاحب نے اصرار فرمایا۔ اس کے بعد شروع کیا۔ محرم کا عشرہ ہے اور عام مسلمان آج دین سمجھ کر کیا کیا کر رہے ہیں۔ آپ بھی دیکھ رہے ہیں بلکہ ایک سوال مجھ سے ہوا ہے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں۔ اب میں کیا عرض کروں یہ سوال نیا نہیں ہے پرانا ہے۔ سینکڑوں کتابیں لکھی گئی ہیں، بڑے اختلاف ہوئے ہیں۔ جنگ و جدال ہوئے ہیں پہلے تو اصول کی بات بتاتا ہوں۔ قرآن اور حدیث سے مسلمان کے لئے جو زندگی کا اصول ثابت ہے۔ کس وقت کیا عمل ہم کو کرنا ہے۔ یہ ہر سمجھدار آدمی معلوم کرنا چاہتا ہے دنیا کی ہر قوم کچھ تقریبات رکھتی ہیں اور ان کے منانے کا خاص طریقہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ہمارے لئے کیا کرنا ہے۔ اب آپ اور ہم سوچیں تو کوئی کہے گا۔ روزہ زیادہ رکھو۔ کوئی نماز۔ کوئی صدقات کوئی تلاوت۔ اسی طرح ہر شخص کی اپنی رائے علیحدہ ہوگی۔ یہ آپ سوچ لیجئے کہ آپ کو اپنی رائے سے کرنا ہے یا جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو وہ کرنا ہے۔ ظاہر ہے کہ نہ انسان کی رائے اور قیاس اس کا ادراک کر سکتا ہے اور نہ اس طریقہ سے کسی فلاح کو پہنچ سکتے ہیں۔ اسلئے ہر شخص اپنے مذہب کی اس میں آڑ لیتا ہے اور لینا چاہیئے۔ اس میں کسی کمیٹی بنانے یا ووٹنگ کرنے یا جمہور سے فیصلہ کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ قرآن کی آیت میں اس کا حل موجود ہے۔ وہی ہم کو ماننا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ آپ کے رب کی قسم یہ لوگ کبھی مومن نہ ہوں گے جب تک کہ آپ کو حَکَم نہ مان لیں۔ اپنے تمام اختلافی اور نزاعی معاملات میں۔ لہٰذا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو ہم یقین کیساتھ یہ سمجھیں اور عمل کریں کہ یہی ماننے کی چیز ہے۔ پھر صرف حکم ماننا ہی نہیں۔ بلکہ فرمایا پھر

جو آپ نے فیصلہ دیدیا وہ گردن جھکا کر مان لیں ۔ پھر اپنے دلوں میں کچھ تنگی بھی محسوس نہ کریں تب وہ مسلمان ہوں گے اب ایک ہمارے موجودہ حالات ہیں کہ دل میں اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو مان بھی لے تو دل میں یہی کہتا ہے کہ ہے تو سنت کی بات مگر عمل کرنا بڑا دشوار ہے ۔ لیکن اللہ پاک فرماتے ہیں کہ جب تک دل سے اس کو مان نہ لے ، رضامندی کے ساتھ وہ مومن نہ ہوں گے ۔

مومن ہونے کی ایک شرط ۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں مومن کی شرط اللہ پاک نے واضح کر دی ۔ جو بھی اختلاف ہے اس میں جب تک آپ کا فیصلہ ٹھنڈے دل سے مان کر عمل نہ کرے ۔ اس وقت تک مومن نہیں ۔ اسی لئے صحابہ کرام اس معاملہ میں جو پیش آئے صرف یہ دیکھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں کیا کرتے ہیں ۔ ایک صحابی نے فرمایا کہ ایک مرتبہ سورج گہن ہوا سب بجائے کے نماز اور دعا کے دوڑے ہوئے مسجد نبوی میں آئے اور دیکھا کہ نماز خسوف ہو رہی ہے اس میں شامل ہو گئے ۔

پریشانی اپنی رائے سے ہوتی ہے

غرض اپنی رائے اپنے خیالات نے ہم کو پریشان کر رکھا ہے ۔ اگر ہم ہر کام میں یہ دیکھ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حال میں کیا کیا اور کس سے بچنے کو فرمایا ۔ ایسا کوئی کام زندگی کے کسی شعبہ کا نہیں جو آپ کے زمانہ میں نہ ہوا ہو جہاد بھی ہوا ۔ زخم بھی آئے ۔ پیدائش ، موت ، تجارت ، معیشت غرض ہر شعبہ کی تعلیم شرع میں موجود ہے ۔ مومن کا کام ہے ہر چیز میں پہلے قبلہ درست ہو ، رُخ کا یقین ہو ، تب اس کو اختیار کرے اور عمل کرے اور آپ کی تعلیم قرآن کی ترجمانی ہے اس لئے آپ کی بات ہی پر عمل کرنا چاہیئے ۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کے چچا شہید ہوئے ۔ ابو طالب اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں چچا آپ کے خاص شفیق تھے ۔ چنانچہ آپ کو ان سے محبت تھی ۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ حضرت ابو طالب مسلمان نہ ہوئے لیکن کوئی مسلمان ان کو برا نہیں کہتا ۔ چونکہ آپ کو ان سے محبت تھی آپ کو جس وقت طرح طرح کی تکالیف دیجاتی تھیں اس وقت حضرت حمزہ کہیں تیر کمان لیکر جا رہے تھے ۔ کسی نے طعنہ دیا کہ تمہارے بھتیجے پر ظلم ہو رہا ہے تم شکار کو جا رہے ہو ۔ بس اسی وقت دل پلٹ گیا اور مسلمان ہو گئے ، یہ وقت حضور کی امداد کے لئے مسلمان ہونے کا آپ کو بے حد پسند آیا اور مسلمانوں کو تقویت حاصل ہوئی ، اس وقت سے یہ مجال کسی کی نہ ہوئی کہ کوئی بری حرکتیں کرتا ۔ غرض حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جب شہید ہوئے تو سخت صدمہ پہنچا ۔ چونکہ ایک تو ایسا نازک وقت پھر ایسی بے رحمی اور ظلم سے شہید ہوئے ۔ غرض ایک محبوب عزیز کی شہادت کا واقعہ اور جو آپ نے ان کی شہادت کے موقع پر عمل کیا وہ ہم سب کے لئے نمونہ ہے ۔

سید الشہداءؓ اور صحابہؓ کا عمل

جب غزوہ احد کا مہینہ ہر سال حضورؐ کے سامنے آتا تھا۔ کیا کوئی شہادت نامہ حضرت حمزہؓ کا پڑھا جاتا تھا یا آپ یا آپ کے صحابہ یا اہل بیت اس کی یادگار اس طرح مناتے تھے۔ امام حسینؓ کو ہم سید الشہدا کہتے ہیں۔ ہمارا کہنا آپ کا کہنا ادب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کو سید الشہداء کا خطاب دیدیا۔ اب یہ خطاب آپ کا دیا ہوا ہے۔ ہاں تعظیماً ہم سید الشہداء حضرت حسینؓ کو کہہ لیں تو کوئی گناہ نہیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الشہداء کا خطاب حضرت حمزہ کو دیدیا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ نے آپ کے عشاق نے، آپ کے صحابہ نے، آپ کے پیروں نے حضرت حمزہؓ کی یادگار کس طرح منائی۔ آج تک تاریخ میں کوئی ایسا واقعہ نہیں جس سے اہتمام ہو کسی ماتم کا، کسی مجلس کا، حالانکہ ان کی محبت اور ایثار نے تمام صحابہ کرام کے دلوں میں کیا جگہ پیدا کر رکھی تھی۔

ہمارا سارا خاندان شہیدوں کا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارا تو سارا خاندان شہیدوں کا ہے۔ ایک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر سارے ہمارے بڑے بڑے شہید ہی ہیں۔ اب اگر اس وقت سے آج تک کے ہمارے سارے بزرگوں کے صرف شہیدوں کا ہی ذکر ہو تو ۳۶۵ سے کہیں زیادہ شہید نظر آئینگے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نماز میں مصلیٰ پر شہید ہوئے لیکن آپ کے گرنے کے بعد فوراً دوسرے صحابی امامت کے فرائض دینے کے لئے آگئے۔ پہلے نماز ہوئی بعد کو خلیفہ کی خبر لی آپ بے ہوش تھے ساری تدابیر ہوش میں لانے کی گئی ہوش نہ آیا۔ کسی نے کہا کان میں کہو۔ "الصلوٰۃ الصلوٰۃ" یہ سن کر فوراً آنکھیں کھل گئیں اور فرمایا کہ بیشک جس نے نماز چھوڑ دی۔ اس کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔

ستر تو شہید ہیں غزوۂ احد میں۔ بارہ کے قریب بدر میں۔ پھر آپ کے سامنے اور آپ کے بعد کتنی جنگیں ہوئیں کتنے شہید ہوئے حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ، حضرت حسن رضی اللہ عنہم، کس کس کا تم ماتم کرو گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ فی گھنٹہ ایک شہید کا بھی پورے سال میں ایک دفعہ ذکر کرو تو شہداء کے نام پورے نہ ہوں گے۔ اسلام کے لئے جن شہداء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جانیں دیں کیا ان کا ماتم کرنا باعث گناہ ہوگا؟ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ فخر عطاء ہوا ہے کہ جو شہید ہوا۔ اس نے درجات حاصل کئے۔ کامیابی ملی۔ خوش ہونے کی چیز ہے۔ جان دی اللہ کی راہ میں۔ اور حیات جاودانی پائی۔ یہ بہادروں کا شیوہ ہے انہوں نے زندگی کا حق ادا کیا۔ پھر کیسے کیسے قراء حفاظ، علماءؒ، خلفاء ہر درجہ کے لوگوں کو جام شہادت نصیب ہوئی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کی، صحابہ کرام نے کیا کیا بس یہ دیکھ لو یہی دین ہے۔

عاشورہ کا روزہ اور اسراف

یوم عاشورہ کا ایک روزہ تو حدیثوں میں آیا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا تھا ایک نہ رکھیں چاہے نویں دسویں یا دسویں گیارہویں رکھو۔ یہ تو عمل ہے محرم کی دس تاریخ کا۔ اب آج جو ہنگامہ جو اسراف جو خرافات سامنے ہے اس

کو دیکھو۔ کہتے ہیں اپنے آپ کو اہل سنت۔ اور خرافات یہ ہیں جن کی دلیل نہ قرآن میں نہ حدیث میں۔ بلکہ سنت کو مٹانے والے بنے ہوئے ہیں۔ کھیل تماشے، شربت سبیلیں اور مجلسیں یہ سب خلاف سنت ہیں۔

شہادت حسینؓ کی مثال

اب رہا یہ سوال کہ جو سوال مجھ سے کیا گیا ہے کہ حضرت حسین کے متعلق کچھ کہوں تو طبیعت نہیں چاہتی کہ جن مذاکرات اور مجالس کی ہم نفی خود کریں اسی ذکر شہادت کو آج کے روز خود کرنے بیٹھ جائیں۔ دوسرے یہ کہ اس دریافت میں کہ کس نے مارا، کیوں شہید کیا؟ کیا چیز ہے اس کرید میں کچھ بہتری نہیں ہے۔ صحابہ کرام آپس میں لڑے تلوار بھی چلی۔ لیکن اس کی مثال یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا ہارون علیہ السلام پر۔ انہوں نے داڑھی پکڑ کر کھینچی قرآن میں یہ واقعہ موجود ہے انہوں نے کہا میری بات تو سن لیں پھر عذر پیش کیا۔ اب کسی پیغمبر کی ادنیٰ درجہ کی توہین کفر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے داڑھی کھینچی ان کو کیا کہو گے؟ اگر تم ہارون علیہ السلام کی داڑھی کا بے ادبی سے تذکرہ بھی کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔

شہادت حسینؓ کے تاریخی حالات مخدوش ہیں۔

حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ میں جنگ ہوئی۔ یہ باپ اور چچا کی لڑائی ہے۔ اولاد کا کام یہ نہیں کہ اس میں اپنا دماغ الجھائے ایک سبق یاد رکھو کہ قرآن نے صحابہ کرام کی شان میں فرمادیا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ جن سے اللہ راضی ہے تم اُن سے ناراض ہونے کا کونسا جواز لاتے ہو۔ تمکو کیا حق ہے ان سے ناراض ہونے کا ان کے معاملہ میں دے کر اپنے ایمان کو خطرہ میں ڈالنا اور قلب کو روگ لگانا ہے۔ یہ شہادت نامے اور تاریخیں سب مخدوش ہیں۔ ان سب میں آمیزش ہے۔ اس سے قلب پریشان ہو گا اور ہاتھ کچھ نہ آئے گا۔ آپ نے فرمادیا ہے کہ میرے ساتھی، میرے صحابی ستاروں کی طرح ہیں۔ فرمایا جو ان سے بغض رکھے وہ مجھ سے بغض رکھے گا۔ جو ان سے محبت رکھے گا مجھ سے محبت کرے گا۔ پس اگر ان تاریخی، ان واقعات میں دیکھ کر ہمارے دل میں اگر کوئی ذرا سا تکدر بھی آگیا تو ہمارا ایمان خطرہ میں پڑ جائے گا حضرت معاویہؓ سے بغض رکھنے والا ایسا ہے جیسا کہ حضرت علیؓ سے۔ اس لئے ان تاریخوں کو پڑھنے سے منع کیا گیا ہے یہ تاریخیں مدون ہیں۔ مورخین سے اس میں سازش بھی ہو سکتی ہے۔ اسمیں جذبات کا اظہار بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی یہ حدیثیں تو نہیں ہیں جو ان پر بھروسہ کیا جائے۔

شکر کرو کہ احادیث ابھی تک ملوث نہیں۔ ان تمام لکھنے والوں سے۔ ورنہ آج صحیح دین ہمارے پاس تک نہ پہنچتا۔ دوسرے یہ کہ کوئی مجبوری ہم پر نہیں کہ ہم فیصلہ کریں حضرت معاویہؓ اور حضرت علیؓ کا۔ یزید اور حسینؓ کا ہم سے قیامت کے دن یہ سوال نہ ہو گا کہ تم ان میں سے کس کو حق پر سمجھتے ہو۔ آپ کو اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں اپنا دین سنبھال کر رکھئے۔ قبر میں یہ سوال آپ سے منکر نکیر نہیں پوچھیں گے۔ وہاں جو پوچھا جائے گا۔ ان سوالوں کے جواب تم تیار کر لو۔ جن کا دارومدار تمہاری جنت اور دوزخ کے جانے میں ہے۔

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے کہ ہماری تلواریں کسی صحابی کے خون سے نہیں رنگیں، اب تم یہ سوال کر کے ہماری زبانیں ان کے خون سے رنگنا چاہتے ہو ۔

حضرت حسینؓ کا مختصر واقعہ

اب اجمالی طور پر واقعہ سمجھ میں آجائے اس لئے عرض ہے کہ حضرت حسینؓ کو تمام صحابہ کرام نے مکہ میں روکا یعنی سارے صحابہ کرام جو اس وقت موجود تھے سب نے روکا اور آپ نہیں رکے ۔ اس سے کچھ کم فہموں نے اپنا غلط خیال قائم کر لیا کہ آپ حکومت حاصل کرنے گئے حالانکہ یہ غلط تھا۔ ایک واقعہ ہے کہ راستہ میں آپ کو جب ایک شخص نے روک کر سمجھایا تو آپ نے ایک تھیلا الٹ کر سارے خطوط جو تقریباً ۹ سو تھے دکھائے کہ کوفہ سے لوگوں نے بلانے پر مجبور کیا ہے اور سارے عوام نے اپنی جانبازی کا یقین دلایا ہے چونکہ باطل کے مقابلہ میں صرف آپ ہی آسکتے تھے کہ اہل بیت ہیں دیگر صحابہ سے وہ کام نہ ہوگا ۔ اس سے مقصود بلا شبہ آپ کو اعلاء کلمۃ الحق تھا اور دین کی حفاظت تھی ۔ صحابہ کرام نے اس وجہ سے روکا تھا کہ یہ لوگ جھوٹے ہیں ۔ آپ کو دھوکہ دیں گے اور وہی ہوا۔ لیکن حضرت حسینؓ پر کوئی شبہ کرنا قطعی حرام ہے البتہ وہاں جا کر آپ نے ان کی بے وفائی دیکھ کر لوٹنا چاہا تو پھر یزید نے واپسی کا موقع نہ دیا ۔

بہر حال ! یہ واقعہ ہونا تھا اور ہوا ، لیکن عوام کا یہ کام نہیں کہ اس میں اپنی جان کھپائیں ۔

میراث تقسیم کرنا فرض ہے

مَردوں کے لئے بھی (خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے) حصّہ (مقرر) ہے اس چیز میں سے جس کو (اُن مَردوں کے) ماں باپ اور (یا + دوسرے) بہت نزدیک کے قرابت دار (اپنے مرنے کے وقت) چھوڑ جائیں، اور (اِسی طرح) عورتوں کے لئے بھی (خواہ چھوٹی ہوں یا بڑی) حصّہ (مقرر) ہے اُس چیز میں سے جس کو عورتوں کے ماں باپ اور (یا دوسرے) بہت نزدیک کے قرابت دار (اپنے مرتے وقت) چھوڑ جائیں، خواہ وہ چھوڑی ہوئی چیز قلیل ہو یا کثیر ہو (سب میں سے حصّہ ملے گا) حصّہ بھی ایسا جو قطعی طور پر مقرر ہے۔ ——————— (سورۃ النساء)

تشریح : آج یتیموں، بیواؤں اور خواتین پر یہ ظلم وستم معاشرہ میں جاری ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد بالغ اور طاقت ور اولاد باپ کے تمام مال وجائیداد پر قبضہ کر لیتی ہے۔ نابالغ لڑکے محروم رہ جاتے ہیں، بہنوں اور بیٹیوں کا تو کوئی حق ہی نہیں سمجھا جاتا۔ اسلام نے سب سے پہلے اس ظلم کو دُور کیا، نابالغ یتیم بچوں اور خواتین خواہ بالغ ہوں یا نابالغ ان کو وارث قرار دیا اور ان کے حصّے مقرر کئے اور ان کا حق ادا کرنا فرض قرار دیا۔ اور عام مسلمانوں کو خطابِ عام کر کے حکم دیا کہ مرنے والے کا ترکہ اس کی اولاد اور ورثاء کو پورا پورا پہنچایا جائے، اور ہر ایسے طریقے سے پرہیز کیا جائے جس سے اس کی اولاد اور دیگر ورثاء کو حصّہ نہ پہنچنا تو درکنار، نقصان پہنچنے کا بھی خطرہ نہ رہے۔

مولوی احسان اللہ، دارالعلوم کراچی

مسلمانوں کی نجات کا واحد راستہ

(دوسری اور آخری قسط)

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم (سورۃ الکہف آیت ۲۸)

ترجمہ :- اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں۔

صبر کے معنی ہیں باندھ کر رکھنا، مقید رکھنا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہو رہا ہے کہ اپنے آپ کو صحابہؓ کی تربیت کی خاطر مقید رکھیں ان کو اپنی صحبت بابرکت سے مستفیض ہونے کا موقع دیں تاکہ لوگ دین حاصل کر سکیں علم کتابوں اور رسالوں کی مدد سے بھی حاصل ہو سکتا ہے لیکن اس پر عمل تب ہی ہو سکتا ہے جب کسی باعمل کے پاس بیٹھ کر دیکھا جائے۔ شاعر جاہلیت طرفہ کہتا ہے۔

اذا کنت فی قوم فصاحب خیارھم ـــــ ولا تصحب الاردی فتردی مع الردی

غرضیکہ علم کے مطابق عملی قوت بیدار کرنے کے لئے اہل اللہ کی صحبت لازم ہے بدون اس کے زا علم کافی نہیں۔

نفس نتواں کشت الا ظل پیر ـــــ دامن این نفس کش را دامگیر

ماخوذ از وعظ مرشدی حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم (علم کے مطابق عمل کیوں نہیں ہوتا)

حضرت رومی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں۔

صد ہزاراں فضل دارد از علوم ـــــ جان خود را مے نہ داند این مظلوم

جان جملہ علمہا این است ایں ـــــ کہ بدانی من کیم در یوم دیں

ایھا القوم الذی فی المدرسۃ ـــــ کل ما حصلتموہ وسوسہ

علم نبود الا علم عاشقی ـــــ ما بقی از تلبیس ابلیس شقی

ضروری تنبیہ :-

بعض حضرات اصلاحی تعلق کا حاصل یہ سمجھتے ہیں کہ کسی بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دکر بیعت ہو جائے اور جو اوراد و ظائف وہ بزرگ پڑھنے کو بتائے اس کو پڑھا جائے اور بس نہ ظاہری و باطنی گناہوں کو چھوڑنے کی ضرورت نہ شیخ کی ۔ مجلس میں حاضری کی ضرورت ، نہ شیخ کو اپنے باطنی حالات کی اطلاع دیکر امراض باطنہ کا علاج کرانے کی ضرورت ، چنانچہ دیکھنے میں یوں آتا ہے کہ ایک طرف تو کسی بزرگ سے بیعت ہو گئے اور ان کے بتائے ہوئے اوراد و ظائف بھی پورا کرتے ہیں اور دوسری طرف بہت سے منکرات میں مبتلاء رہتے ہیں وجہ یہی ہے کہ بیعت کا جو اصل مقصد ہے اس سے بے خبر ہیں ۔

حالانکہ بزرگان دین نے جو اس بارے میں فرمایا اس کا حاصل یہی ہے نہ بیعت کوئی مقصود بالذات ہے نہ اوراد و اشغال ، بلکہ ان سب چیزوں سے (یعنی بیعت اور اوراد وظایف وغیرہ) مقصود اصل یہی ہے کہ انسان کے اندر جو روحانی امراض ہیں ۔ مثلاً عجب ، کبر ، ریا ، سمعہ ، حسد ، کینہ ، بغض وعداوت ، بخل ، حرص ، جھوٹ ، غیبت چغلخوری ، بدنگاہی وغیرہ ان کا علاج کرایا جائے یہاں تک کہ ان امراض کا امالہ ہو جائے (یعنی ان گناہوں کا تقاضہ مغلوب ہو جائے اور طاعت و فرمانبرداری کا تقاضہ غالب ہو جائے ۔

اور انسان کے اندر اوصاف حمیدہ پیدا ہو جائیں ، صبر ، شکر نعمت ، توکل ورع و تقویٰ ، استغناء ، تواضع ، عجز و انکساری ، دنیا سے بے رغبتی اور کامل طور فکر آخرت پیدا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی اتنی محبت پیدا ہو جائے کہ گناہوں کی تصور سے بھی شرم انے لگے ۔

حکیم الامت مجدد ملت حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ کسی متبع سنت بزرگ سے اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد فائدہ پہنچنے کیلئے چار چیزیں لازمی ہیں ۔ (۱) اعتماد (۲) انقیاد (۳) اطلاع (۴) اتباع

- اعتماد ، مطلب یہ ہے کہ شیخ کے بارے مکمل اعتماد ہو کہ فن کا ماہر ہے اور جو کچھ فرمائے وہ شریعت کے مطابق ہے ۔
- انقیاد ، مطلب یہ ہے کہ شیخ کی رائے کے سامنے اپنے رائے کو فنا کردے وہ جو کچھ فرمائے ان کو بلا چوں و چرا قبول کرلے ۔
- اطلاع ۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے اندر جو حالت وکیفیت پیدا ہو اس کی شیخ کو اطلاع کرے ۔
- اتباع ۔ مطلب یہ ہے کہ حالات کی اطلاع دینے کے بعد شیخ جو نسخہ تجویز فرمائے اس پر عمل کرے (چاہے سمجھ میں آئے یا نہ آئے)

اس کے بغیر نرے بیعت اور نرے اوراد و ظائف سے اصلاح نہیں ہو سکتی ہے (یہ ملفوظ مع تشریح کے حضرت اقدس مرشدی مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم سے زبانی سنا ہوں)

بعض لوگوں کو جب اصلاحی تعلق قائم کرنے کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے تو کہہ دیتے ہیں کہ تلاش میں ہوں ان سے گذارش یہ ہے کہ تلاش تو ضرور کرنا چاہیئے لیکن تلاش کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیٹھے بیٹھائے کہتا رہے کہ شیخ کی تلاش میں ہوں بلکہ اس کے لئے کچھ حرکت کرنیکی ضرورت ہے ۔

اس بارے میں حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ کی کچھ افادات پیش کرتا ہوں۔ فرمایا کہ تربیت کے لئے ایسے شخص کو انتخاب کرے، جس نے اپنے اخلاق درست کر لئے ہوں اس کا اندازہ مشاہدہ اور علامات سے ہو سکتا ہے کہ متعدد مشائخ کو جاکر دیکھیں اور یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ دیکھئے دنیا کے ایک سودے کے لئے شہروں میں مارے مارے پھرتے ہیں تو اگر بزرگوں کی تلاش میں دو چار جگہ ہو آدیں تو کیا مشکل ہے۔

اور وہ علامات یہ ہیں کہ دیکھیں کون بزرگ ایسا ہے جو علم دین بقدر ضرورت رکھتا ہو اور علم پر عمل کرتا ہو، اپنی متعلقین پر شفقت کے ساتھ احتساب کرتا ہو اور اس کی صحبت میں لوگوں کو دنیا سے دلبستگی نہ رہتی ہو۔ اس کے پاس رہنے والے غالب دیندار ہوں (مزید معلومات و تفصیلات کے لئے حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ کا رسالہ "آداب الشیخ والمرید" اور حضرت اقدس شاہ عبدالغنی صاحب نور اللہ مرقدہ کا رسالہ "اصل الوصول" ضرور مطالعہ فرمائے، از مرتب) جو شخص ایسا ملے اس کے پاس آمد و رفت رکھے، اور جب موقع ملے چند روز تک ان کے پاس رہے اس سے اخلاق درست ہو جائیں گے۔

بعض لوگ اس بارے میں غلطی کرتے ہیں وہ غلطی یہ ہے کہ علماء میں عیب نکالا جاتا ہے کہ عالم باعمل نہیں اس لئے ان سے علوم نہیں حاصل کرتے۔ اسی طرح ایک عیب مشائخ میں نکالا جاتا ہے عالم متحقق نہیں اس لئے ان سے اپنی تربیت کا طریق نہیں حاصل کرتے (یعنی ان سے اصلاحی تعلق قائم نہیں کرتے، از مرتب)

آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو کوئی جامع شخص ملے تو ایسے جامع تو اب کم ہی ملیں گے۔ صاحبو، اگر ابوحنیفہؒ کی برابر جامع نہ ملے تو کیا حرج ہے اگر دین کی تحصیل میں ایسا ہی کمال شرط ہے تو پھر تحصیل دنیا میں بھی تو ایسا ہی ہونا چاہئے، پس نوکری بھی نہ کیا کرو کیونکہ سلطنت نہ ملی تو نوکری کیا ہوگی اور اگر اس کے جواب میں کہو کہ وہ نہیں تو یہی سہی تو یہاں بھی یہی کہوں گا، ابوحنیفہؒ نہیں تو آجکل کی مولوی ہی سہی۔ اسی طرح مشائخ میں جنید بغدادیؒ کی تلاش ہوتی ہے وہاں بھی یہی جواب ہے۔ نیز اگر جنیدؒ کو تلاش کرتے ہو تو تم بھی ان ہی کے مستفیدین جیسی طلب بھی تو پیدا کرو صاحبو، یہ غنیمت سمجھو کہ تمہاری طلب کے موافق تو بزرگ مل گئے (یعنی بالکل ہی نہ ملتا۔ یا تمہاری طلب سے بہت اونچا ملتا تو استفادہ مشکل ہوتا (از مرتب) آخر میں حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ اتمام حجت کے لئے پھر کہتا ہوں اپنے اور اپنے بچوں کے لئے صحبت نیک کا اہتمام کرو، اب ہر شخص جو چاہے اس صحبت صالح کے متعلق دستور العمل مقرر کر لے خواہ ہفتہ میں ایک دن یا مہینہ میں دو تین دن یا سال میں ایک ماہ کم و بیش (ماخوذ از وعظ حضرت تھانویؒ (فوائد الصحبہ)

خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ فہم سلیم عطا فرمائیں، ظاہری و باطنی گناہوں سے نجات عطا فرمائیں، دین پر مکمل طور پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور دوسروں تک صحیح معنیٰ میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں آمین
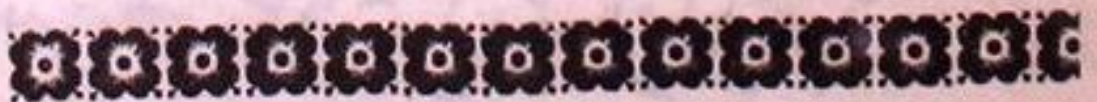
مرحوم پر چار طرح احسان کرنا۔

حضرت ابو اُسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ انتقال کر چکے، کوئی صورت ایسی ہو سکتی ہے کہ میں اپنے ماں باپ پر احسان کروں؟ آپ نے فرمایا، ہاں چار طریقے سے تو اُن کے ساتھ احسان کر سکتا ہے۔

ایک تو اُن کے حق میں دُعا کرنا۔

دوسرے جو (اچھی) وصیت یا نصیحت تم کو کی ہے اس پر قائم رہنا۔

تیسرے جو دوست اُن کے ہیں اُن کی تعظیم اور عزت کرنا۔

چوتھے، جو اُن کا خاص قرابت والا ہے اس کے ساتھ محبت اور میل جول رکھنا۔ (نور الصدور صفحہ ۱۲۵)

مولوی محمد مجاہد صاحب
متعلم درجۂ تخصص دار العلوم کراچی ۱۴

(۲)

علم کی فضیلت اقوالِ سلف میں:

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما تدارس العلم ساعۃ من اللیل خیر من احیائہا۔ ۳؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ رات کے کچھ حصہ میں علم کا تکرار و مذاکرہ کرلینا پوری رات جاگنے سے بہتر ہے۔

(۲) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو علم و ادب حاصل کرنے کا شوق کیسا ہے؟ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میرے شوق کی حالت یہ ہے کہ جب میں علم و ادب کی ایسی بات سنتا ہوں جو پہلے میں نے نہیں سنی تو میرے تمام اعضاء کی خواہش ہوتی ہے کہ ان تمام کے کان ہوں تاکہ وہ بھی اس ادب کی بات کو سن کر تنعم حاصل کریں۔

پھر عرض کیا گیا کہ آپ کو علم کی طلب کیسی ہے؟ فرمایا: اس عورت کی طرح جس کا ایک ہی بچہ ہو اور وہ گم ہو جائے (جیسے وہ عورت اپنے بچے کو تلاش کرتی ہے) میں علم کو ایسے تلاش کرتا ہوں)۔ ۴؎

(۳) امام غزالیؒ "احیاء علوم الدین" میں فرماتے ہیں: فالمتکفلون بالعلوم کالمتکفلین بالثغور المرابطین بہا والغزاۃ المجاہدین فی سبیل اللہ (ترجمہ): علوم کی حفاظت کرنیوالے (دشمنانِ اسلام سے) مورچوں کی حفاظت کرنے والوں، اور حدود پر پہرہ دینے والوں اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کی طرح ہیں۔

وجہ اس کی ظاہر ہے کہ علماء عالمِ اسلام پر اعداءِ دین کی طرف سے آنے والے ہر قسم کے فتنوں کا انسداد

۱؎ تذکرۃ السامع والمتکلم ص۸ ، ۲؎ جامع بیان العلم لابن عبد البر ،
۳؎ مشکوٰۃ ص۳۶ ، ۴؎ تذکرۃ السامع والمتکلم ص۳ ، ۵؎ جامع بیان العلم ص۵۲ ،

اپنی علمی قوتوں کے ذریعے سے کرتے ہیں:۔

(۴) حضرت حسن بصریؒ ارشاد فرماتے ہیں: الدنیا کلھا ظلمۃ الا مجالس العلماء۔[ؔ۵]
یعنی دنیا ساری تاریکی ہے مگر علماء کی مجالس۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جہاں بھی روشنی ہوگی وہ علماء کی مجالس ہی سے آئی ہوگی۔ کیونکہ جہاں بھی تاریکیاں چھٹتی ہیں اور نورانیت آتی ہے، وہ تعلیمات نبویہ (علیٰ صاحبہا التحیۃ والسلام) سے ہی آتی ہے، اور تعلیمات نبویہ علماء کی مجالس سے ہی ملتی ہیں۔

(۵) ابوالاسود الدؤلیؒ فرماتے ہیں: لیس شئی اعز من العلم۔ الملوک حکام علی الناس و العلماء حکام علی الملوک۔[ؔ۱]

(۶) امام شافعیؒ نے ارشاد فرمایا: ان لم یکن الفقہاء العاملون اولیاء اللہ فلیس للہ ولی۔[ؔ۲]
یعنی اگر فقہاء جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں وہ اللہ کے ولی نہیں ہیں تو اللہ کا ولی کوئی بھی نہیں۔

(۷) بعض سلف سے علم کی فضیلت میں یہ اشعار منقول ہیں:

(۱) والعلم یجلو العمیٰ عن قلب صاحبہ
کما یجلو سواد الظلمۃ القمر
یعنی علم صاحب علم کے دل سے تاریکی دُور کرتا ہے، جیسے چاند رات کی تاریکی کو دُور کرتا ہے۔

(۲) ولیس ذو علم بالتقویٰ کجاھلھا
ولا البصیر کاعمیٰ مالہ بصر
تقویٰ کا علم رکھنے والا جاہل کی طرح نہیں ہوسکتا، اور نہ بینا نابینے کی طرح ہوسکتا ہے۔

(۳) العلم فیہ حیاۃ للقلوب کما
تحیا البلاد اذا ما مسھا المطر[ؔ۳]
علم میں دلوں کی زندگی ہے، جیسے زمینیں بارش سے زندہ ہوتی ہیں۔

(۸) علم کی فضیلت میں بعض سلف سے یہ اشعار منقول ہیں:

(۱) رأیت العلم صاحبہ شریف
وان ولدتہ آباء لئام
میں صاحب علم شخص کو شریف سمجھتا ہوں، اگرچہ نسبی طور پر اس کے آباء و اجداد شریف نہ ہوں۔

(۲) ولیس یزال یرفعہ الی ان
یعظم قدرہ القوم الکرام
اور علم انسان کو ہمیشہ بلند کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ شریف قوم بھی اسکی تعظیم کرتی ہے۔

(۳) و یتبعونہ فی کل امر
کراع الضأن تتبعہ السوام
اور لوگ عالم کی ہر بات میں اتباع کرتے ہیں، جیسے جانور چرواہے کی اتباع کرتے ہیں۔

ؔ۵ ایضاً ص۱۱، ؔ۲ تذکرۃ السامع والمتکلم ص۱۱، ؔ۳ جامع بیان العلم ص۵۵ ج ۱،

(۴) ویحمل قولہٗ فی کل افق
ومن یک عالماً فھو الامام

عالم کی بات ہر طرف اُٹھائی جاتی ہے، اور جو شخص عالم ہو وہی امام ہے۔

(۵) فلولا العلم ما سعدت نفوس
ولا عرف الحلال والحرام

اگر علم نہ ہوتا تو نفوس کو سعادت حاصل نہ ہوتی، اور نہ حلال و حرام کی پہچان ہوتی۔

(۶) فبعلم النجاۃ من المخازی
وبالجھل المذلۃ والرغام

علم کے ذریعہ رُسوائیوں سے نجات ہوتی ہے، اور جہالت سے ذلت اور رُسوائی ہوتی ہے۔

(۷) ھو الھادی الدلیل الی المعالی
ومصباح یضیئی بہ الظلام

یہ علم بلند مرتبوں کی طرف راہبر و راہنما ہے، اور علم ایسا چراغ ہے جس سے تاریکیاں روشن ہوتی ہیں۔

(۸) کذالک عن الرسول اتی علیہ
من اللہ التحیۃ والسلام ؎

اسی طرح نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وارد ہوا ہے، آپ پر اللہ کی طرف درود و سلام ہو۔

علم کے چند آداب:

کوئی کام جتنا اہم ہوتا ہے اس کے آداب بھی اسی کے بقدر اہم ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب علمِ دین پڑھنا، پڑھانا دین کے اہم مقاصد میں سے ہے، تو اس کے آداب بھی اسی طرح اہم ہوں گے۔

علم میں نافعیت اور برکت کی شان اسی وقت پیدا ہوتی ہے، جبکہ اس کے آداب کے ساتھ حاصل کیا جائے، ورنہ یہی علم بجائے برکت اور ثواب کے انسان کو عقاب اور قہر خداوندی کا مورد بنا سکتا ہے۔ ذیل میں علم کے چند اہم اور ضروری آداب کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ تصحیحِ نیت: ہر نیک کام کے مقبول و نافع ہونے کے لئے نیت کا صحیح ہونا بہت ضروری ہے۔ بسا اوقات بڑے بڑے نیک کام نیت ٹھیک نہ ہونے کی وجہ سے بے فائدہ اور لاحاصل رہ جاتے ہیں، اور کبھی چھوٹے سے عمل میں حسنِ نیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ برکت ڈال دیتے ہیں۔ اس لئے علمِ دین کی خدمت کرنے والوں کو خصوصیت کے ساتھ اپنی نیت کا جائزہ لینا بہت ضروری ہے علم کے بارہ میں وارد ہونے والے تمام فضائل و برکات کی امید نیت کے صحیح ہونے کی صورت میں ہی کی

؎ ایضاً ص ۵۴، ج ۱،

جاسکتی ہے، ورنہ نیت فاسد ہونے کی صورت میں اسی علم پر سخت وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے:

من طلب العلم ليماري به السفهاء اويكاثر به العلماء اويعرف به وجوه الناس ادخله الله النار۔

(ترجمہ) جو شخص جہلاء کے ساتھ بحث وجدال کیلئے یا علماء پر فخر کرنے کے لئے یا لوگوں کے چہرے اپنی طرف پھیرنے کے لئے علم حاصل کرے، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

اسی طرح ایک حدیث میں ارشاد نبوی ہے:

من تعلّم علماً لغير الله فليتبوأ مقعده من النار۔

(ترجمہ) جس شخص نے غیر اللہ کے لئے علم حاصل کیا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

حضرت امام ابو یوسفؒ ارشاد فرماتے ہیں:

يا قوم اريدوا بعلمكم الله تعالى فانى لم اجلس مجلسا قط انوى فيه ان اتواضع الا لم اقم حتى اعلوهم ولم اجلس مجلسا قط انوى فيه ان اعلوهم حتى افتضح، له

(ترجمہ): اے لوگو! اپنے علم میں اللہ کا ارادہ کرو۔ اس لئے کہ میں جب مجلسِ علمی میں تواضع کی نیت سے بیٹھتا ہوں تو مجھے بلندی حاصل ہوتی ہے۔ اور جب بھی بلندی حاصل کرنے کی نیت سے بیٹھا ہوں تو رسوا ہوتا ہوں۔

اس لئے علم دین حاصل کرنے کے دوران یہ نیتیں رکھنی چاہئیں۔ اللہ کی رضاء، آخرت کی سعادت، جہالت کی تاریکی اپنے سے اور تمام عالم سے ہٹانا اور دینِ اسلام کا احیاء و تحفظ وغیرہ۔ اور ان نیتوں سے بچنا چاہیئے۔ دُنیوی مال، جاہ، شہرت، بلند منصب اور لوگوں کی محامد وغیرہ۔

۲۔ علم پر عمل: علم کے نافع اور بابرکت ہونے کیلئے علم پر خود عمل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی منہیات و معاصی سے اجتناب کا اہتمام کرنا نہایت ضروری ہے، علم کا سب سے پہلا ثمرہ علم حاصل کرنے والے کی اپنی ذات پر ہی ظاہر ہونا چاہیئے۔ اگر عالم کو خود اپنے علم کا نفع نہ ہوا تو اس کے علم سے دوسروں کے منتفع ہونے کی اُمید کیسے کی جاسکتی ہے، چنانچہ علامہ ابن جماعۃ الکنانیؒ فرماتے ہیں:

اذا لم ينتفع العالم بعلمه فغيره ابعد عن الانتفاع به۔

(ترجمہ): جب عالم خود اپنے علم سے نفع حاصل نہیں کرتا تو دوسروں کا نفع حاصل کرنا بہت بعید ہے۔

(تذکرۃ السامع والمتکلم ص۲۱)

حضرت ابوالاسود الدؤلیؒ نے علم پر عمل کی اہمیت کو اشعار میں بیان کیا ہے۔

له تذکرۃ السامع والمتکلم ص۶۹،

ابدأ بنفسك فانهها عن غيها ؎
فاذا انتهت عنه فانت حكيم
فهناك يسمع ما تقول ويقتدي
بالرأي منك وينفع التعليم
لا تنه عن خلق وتأتي مثله
عار عليك اذا فعلت عظيم [1]

(ترجمہ): سب سے پہلے تو اپنے نفس سے ابتداء کر اور اس کو گمراہی سے روک۔ جب تیرا نفس رُک جائے گا پھر تو حکیم ہو گا، اور پھر تیری بات سُنی جائے گی، اور تیری بات کی اقتداء کی جائے گی، اور تعلیم کا نفع ہو گا، تو ایسے اخلاق سے مت روک جو خود تو کرتا ہے، اگر تو ایسا کرے گا تو تجھ پر بہت بڑی عار ہو گی۔

۳۔ اصلاح اخلاق اور تزکیۂ نفس: قلب میں علوم نبوت کا نور پیدا ہونے کے لئے قلب کی اخلاقِ رذیلہ سے اصلاح کرنا اور اخلاقِ حمیدہ سے اس کو آراستہ کرنے کی کوشش کرنا شرطِ لازمی کی طرح ہے۔ اس کے بغیر علم الفاظ اور نقوش کی شکل میں تو حاصل ہو سکتا ہے، لیکن علوم نبوت کی اصل حقیقت کا حاصل ہونا مشکل ہے، ظاہر ہے کہ علوم نبوت جیسی مقدس چیز کے انوار و برکات اور بُرے اخلاق ایک ہی دل میں کیسے جمع ہو سکتے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ کوئی چیز کتنی ہی پاکیزہ ہو لیکن اس کی پاکیزگی اسی وقت برقرار رہ سکتی ہے، جبکہ اس کا ظرف پاک ہو، ناپاک برتن میں کوئی بھی مقدس چیز ڈال دی جائے تو اس کا سارا تقدس خاک میں مل جائے گا، لہٰذا علم کا تقدس برقرار رہنے کیلئے علم کے ظرف یعنی علم حاصل کرنے والے کے قلب کا صاف ہونا بہت ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے ہی علم کے صرف الفاظ حاصل کرنے پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ علم کا رنگ چڑھانے کے لئے تزکیۂ نفس کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں جہاں "یعلمھم" آیا ہے، اسی کے ساتھ "یزکیھم" بھی وارد ہوا ہے، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں:

یطیب القلب العلم کما تطیب الارض الزراعۃ۔ [2]

(یعنی) قلب کو علم کیلئے ایسے صاف کیا جائے جیسے زمین کو زراعت کیلئے صاف کیا جاتا ہے۔

اور علامہ ابن جماعۃؒ فرماتے ہیں:

اذا طیب القلب للعلم ظهرت برکته

(ترجمہ) جب علم کیلئے قلب کو پاک کیا جائے

---

[1] الموافقات للشاطبیؒ ص ۲۵۷، ج ۴، [2] التبیان فی آداب حملۃ القرآن للنوویؒ ص ۲۳،

ونما کالارض اذا طیبت للمزرع نما زرعھا وزکا۔ [1] — تو اس میں برکت بھی ظاہر ہوگی اور ترقی بھی آئے گی۔ جیسے زمین صاف کرنے سے کھیتی میں برکت اور زیادتی ہوتی ہے۔

اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ قلب کی صفائی، صاف قلوب والوں کی صحبت اور ان کے تعلق کے بغیر عادۃً ناممکن ہے۔

۴۔ محنت اور یکسوئی: علم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص صفات میں سے ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے خود مستغنی ہیں، ان کا یہ علم بھی بہت مستغنی ہے، یہ علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ اپنے ہر قسم کے غیر ضروری مشاغل کو حذف کر کے ہمہ تن کامل یکسوئی اور دل جمعی کے ساتھ اپنے تمام اوقات کو پوری محنت کے ساتھ علم حاصل کرنے پر صرف نہ کیا جائے۔ چنانچہ سلف میں طلب علم کے دوران ذہن اور قلب کو تمام غیر تعلیمی افکار و مہمات سے محفوظ رکھنے کا بہت اہتمام کیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ بعض مشائخ سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ اپنے تلامذہ کو کپڑے رنگنے کا حکم دیا کرتے تھے، تاکہ اس کے دھونے کی فکر میں مشغول نہ ہوں۔ [2]

حضرت شعبۃ بن الحجاج [3] کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کپڑوں کا رنگ مٹیالا رکھتے تھے، تاکہ اس کے دھونے کی فکر زیادہ نہ کرنی پڑے۔ امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ فقہ حفظ کرنے پر کس چیز سے مدد لی جائے، امام ابوحنیفہؒ نے ارشاد فرمایا: "بجمع الھمّ" یعنی تمام غیر تعلیمی ہموم و تفکرات کو ختم کر کے تمام تفکرات کا مرکز علم کو بنایا جائے۔ [4]

علامہ ابن جماعۃؒ نے اس سلسلہ میں ایک بہترین شعر نقل فرمایا ہے۔ [5]

لا تحسب المجد تمراً انت آکلہ
لا تبلغ المجد حتی تلعق الصبرا

یعنی تو عظمت اور بزرگی کو کھجور نہ سمجھ کہ تو اس کو آسانی سے کھا جائے گا، تو اس وقت تک بزرگی نہیں حاصل کرتا، جب تک کہ ایلوے جیسی تلخیاں نہ برداشت کرے۔

۵۔ محنت میں اعتدال: اکابر نے جہاں علم کیلئے محنت کی ترغیب دی ہے، اسی کے ساتھ محنت میں اعتدال کی ہدایت بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن جماعۃؒ ارشاد فرماتے ہیں:

ومع ذالک فلا یحمل نفسہ من — (ترجمہ): ان سب باتوں کے ساتھ اپنے

---

[1] تذکرۃ السامع والمتکلم ص ۶۷، [2] ایضاً ص ۷۱، [3] تذکرۃ الحفاظ للذھبی، ص ۱۹۴ ج ۱، [4] الفقیہ والمتفقہ للخطیب البغدادی ص ۹۲، [5] تذکرۃ السامع والمتکلم ص ۲۷

ذالك فوق طاقتها كيلا تسأم وتمل فربما نفرت نفرة لا يمكنه تداركها بل يكون امره في ذالك قصدا[۱]

نفس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالے تاکہ نفس اکتا نہ جائے، کبھی نفس علم سے ایسے متنفر ہو جاتا ہے کہ اس کا تدارک مشکل ہو جاتا ہے، بلکہ چاہیئے کہ انسان کا معاملہ اس سلسلہ میں درمیانہ ہو۔

۶۔ زمانۂ شباب میں علم حاصل کرنا: علم حاصل کرنے کی طرف زندگی کے جس حصہ میں بھی توجہ ہو جائے، اس کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور کسی وقت بھی علم حاصل کرنے سے گریز نہ کرنا چاہیئے، لیکن بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو بچپن اور جوانی کے قیمتی ایام میں طلبِ علم کی طرف توجہ ہو گئی، کیونکہ جو پختگی اور تثبت دورِ شباب میں حاصل کئے ہوئے علم میں ہوتا ہے وہ بعد میں حاصل کئے ہوئے علم میں نہیں، ایک حدیث میں ہے:

من تعلم العلم وهو شاب كان كوشم في حجر ومن تعلم العلم بعد ما يدخل في السن كان كالكاتب على ظهر الماء[۲]

(ترجمہ): جو شخص علم جوانی میں حاصل کرے یہ پتھر میں نقش ونگار کی طرح ہے اور جو بڑھاپے کے بعد علم حاصل کرے وہ پانی کی سطح پر لکھنے والے کی طرح ہے۔

اسلئے جن خوش قسمت لوگوں کو بچپن یا جوانی میں علم کی طرف توجہ ہو گئی، ان کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرتے ہوئے اپنی تمام توتیں تحصیلِ علم پر لگانی چاہئیں۔ علامہ زرنوجیؒ ارشاد فرماتے ہیں:

ويغتنم ايام الحداثة وعنفوان الشباب كما قيل ؎

(ترجمہ): اور بچپن اور آغاز شباب کے ایام کو غنیمت سمجھے۔

بقدر الكد تعطى ما تروم
فمن رام المنى ليلا يقوم
وايام الحداثة فاغتنمها
ألا إن الحداثة لا تدوم[۳]

(ترجمہ): محنت کی بقدر تجھے مقصود حاصل ہوگا، جو شخص مطلوب کا قصد کرتا ہے وہ رات جاگتا ہے، اور جوانی کے دنوں کو غنیمت سمجھ اور یاد رکھ کہ جوانی ہمیشہ نہیں رہے گی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين، اللهم علمنا ما ينفعنا ومتعنا بما علمتنا وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين۔

---

[۱] ایضاً ص ۲۸، [۲] جامع البیان العلم ص ۶۲، [۳] تعلیم المتعلم للزرنوجیؒ ص ۵۹۔

مولانا زاہد الراشدی (خطیب مرکزی جامع مسجد گوجرانوالہ)
سیکرٹری اطلاعات جمعیت علماء اسلام پاکستان

امریکہ اور پاکستان

امریکی امداد کی عجیب و غریب شرائط

(دوسری اور آخری قسط)

ہم اپنا اصولی موقف اس سے قبل وضاحت کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں کہ پاکستان کے لئے امریکی امداد کا مشروط ہونا ہی سرے سے محل نظر ہے اور پاکستان کے قومی وقار کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ امداد دو طرفہ مفادات کی بنیاد پر غیر مشروط ہو لیکن اس اصولی موقف سے تھوڑی دیر کے لئے صرف نظر کر کے اگر ان شرائط کا قدرے تفصیل سے تجزیہ کیا جائے تو ہمارے نزدیک ان میں سے چار شرائط بطور خاص ایسی ہیں جن کو قبول کرنا۔ پاکستان کی نظریاتی اساس، قومی وقار۔ دفاعی خود مختاری اور ملت اسلامیہ کے دینی تشخص کی کلیۃً نفی کر دینے کے مترادف ہوگا وہ چار شرائط یہ ہیں کہ۔

(۱) پاکستان ایٹم بم نہ بنائے اور نہ ہی کسی دوسرے ملک کو ایٹم بم بنانے میں مدد دے۔

(۲) امریکہ اور اس کے حواریوں کے تصورات کے مطابق انسانی حقوق کی ضمانت دی جائے۔

(۳) قادیانیوں کے خلاف گذشتہ آئینی و قانونی اقدامات واپس لئے جائیں اور آئندہ کوئی کاروائی نہ کرنے کا یقین دلایا جائے۔

۴ اواکس طیاروں کے لئے امریکی عملہ قبول کیا جائے۔

ایٹم بم کا مسئلہ

جہاں تک پاکستان کو ایٹم بم بنانے سے روکنے کا مسئلہ ہے یہ عالمی قوتوں کی اس طے شدہ پالیسی کا حصہ ہے کہ عالم اسلام کے کسی ملک کو ایٹمی قوت کے قریب نہ بھٹکنے دیا جائے کیونکہ وہ اپنے طور پر یہ سمجھے بیٹھی ہیں کہ مسلمانوں کے اندر جہاد کا جو جذبہ ہے اگر وہ منظم ہو گیا اور اسے ایٹمی قوت کا سہارا بھی مل گیا تو جذبے اور قوت کا یہ امتزاج مسلمانوں میں عظمت رفتہ کی بحالی کے تصور کو اجاگر کر دے گا اور ملت اسلامیہ کی عظمت

رفتہ کی بحالی کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ عالم اسلام ایک بار پھر عالمی قوت کی حیثیت سے ابھرے اور اپنے دورِ زوال کے عرصہ میں جنم لینے والے سیاسی، نظریاتی اور معاشی نظاموں کو میدان عمل میں شکست دے کر دنیا میں ایک بار پھر اسلام کی بالادستی کا پرچم بلند کر دے یہی وہ خوف ہے جو عالمی قوتوں کو مسلم ممالک کے اندرونی معاملات میں زیادہ سے زیادہ دخیل ہونے پر مجبور کر رہا ہے اور اس خوف کی ایک ہلکی سی جھلک امریکہ کے سابق صدر مسٹر نکسن کی طرف سے روسی دانشوروں کو دی جانے والی اس دعوت میں دیکھی جا سکتی ہے جس میں انہوں نے عالم اسلام کے مختلف ممالک میں ابھرنے والی دینی بیداری کی تحریکات کو امریکہ اور روس کے لئے مشترکہ خطرہ قرار دیتے ہوئے روسی دانشوروں کو یہ دعوت دی ہے کہ وہ اس خطرہ کا احساس کریں اور امریکہ کے ساتھ اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر عالم اسلام کی دینی بیداری کی تحریکات کو غیر موثر بنانے کے لئے امریکی دانشوروں کے ساتھ مل کر مشترکہ حکمت عملی وضع کریں۔

سامراجی قوتوں کا یہ خوف سچا ہے لیکن اس خطرہ کو روکنے کے لئے مسلمانوں کو ایٹمی قوت اور نظریاتی بیداری سے محروم رکھنے کی سازشیں کرنا ایسا طریق کار نہیں ہے جسے جرأتمندانہ یا اخلاقی طرز عمل قرار دیا جا سکے مقابل کو ہتھیاروں اور مقابلہ کے مساویانہ ذرائع سے محروم رکھنے کی سوچ بنیادی طور پر خود اعتمادی کے فقدان کی دلیل ہے، امریکہ، روس اور دیگر بڑی قوتوں میں اپنے نظریات اور نظاموں کے بارے میں خود اعتمادی کا یہ فقدان ہی ان قوتوں کی ایسی پالیسیوں کا باعث بن رہا ہے۔ جن کا مقصد عالم اسلام کو جدید ترین ٹیکنالوجی، ایٹم بم کی دفاعی قوت اور نظریاتی بیداری سے ہر حالت میں اور ہر قیمت پر روکنا ہے

ہمیں عالمی قوتوں کی اس اجارہ دارانہ روش کے بارے میں بہر حال کوئی دو ٹوک موقف اختیار کرنا ہوگا مسلمان دنیا میں ایک ارب کے قریب ہیں اور ان کے آزاد ممالک کی تعداد نصف صد کے لگ بھگ ہے، لیکن وہ ایٹم بم جیسے ضروری ہتھیار سے محروم ہیں عراق کا ایٹمی مرکز تباہ کر دیا گیا ہے اور پاکستان کی ایٹمی تنصیبات ہر وقت دشمن کے حملہ کی زد میں اور عالمی قوتوں کی مسلسل سازشوں کے حصار میں ہیں آخر ایسا کیوں ہے؟ اگر امریکہ، روس، برطانیہ، فرانس اور چین ایٹم بم بنا سکتے ہیں تو پاکستان کو اس کا حق کیوں نہیں ہے اور اگر ان اجارہ دار قوتوں کو بھارت اور اسرائیل کا ایٹمی قوت ہونا گوارا ہے تو پاکستان کے ایٹمی قوت ہونے کے تصور سے ان کی نیندیں کیوں حرام ہو جاتی ہیں ایٹم بم پاکستان کا بلکہ عالم اسلام کا حق ہے اور صرف حق نہیں بلکہ قرآن کریم کی زبان میں یہ اُن کا مذہبی فریضہ ہے کہ وہ وقت کی جدید ترین قوت کو اس حد تک حاصل کریں جس سے وہ اپنے دشمن کو خوفزدہ کر سکیں اور طاقت کا توازن ان کے حق میں ہو آخر امریکہ اور روس کی نوجی پالیسیوں کا محور بھی تو یہی ہے کہ مخالف پر رعب اور خوف کی کیفیت طاری کر کے طاقت کے توازن کو اپنے حق میں رکھا جائے اس لئے اگر یہی بات قرآن کریم نے مسلمانوں سے کہدی ہے اور مسلمان اس مذہبی فریضہ کی تکمیل کے لئے ایٹم بم بنانے کے خواہاں ہیں تو اس پر پریشانیوں کو تشویش آلود کر لینے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

ہمارے نقطہ نظر سے ایٹم بم پاکستان کی ضرورت اور اس کا جائز حق ہے اور اسے اس حق سے محروم رکھنے کی کوئی بھی کوشش پاکستان کے ساتھ دوستی کا عنوان اختیار نہیں کر سکتی اس پس منظر میں ہم

یہ سمجھتے ہیں کہ امریکہ کی طرف سے پاکستان کی امداد کے لئے ایٹم بم نہ بنانے کی شرط سراسر غیر منصفانہ ہے جس کے بارے میں حکومت پاکستان کو دوٹوک اور جرأتمندانہ موقف اختیار کرتے ہوئے اسے یکسر مسترد کر دینا چاہیئے۔

انسانی حقوق کے نام پر

حکومت پاکستان کو انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کا ازالہ کرنے کا پابند بنانے کی امریکی شرط بظاہر ایک بے ضرر، بلکہ انسانی ہمدردی پر مبنی شرط دکھائی دیتی ہے لیکن اس شرط کے منظر عام پر آتے ہی پاکستان میں ایک منظم مہم کے ذریعہ اسے جو مفہوم اور معنی پہنایا جا رہا ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

۲۵ اپریل ۱۹۸۷ء کو پاکستانی اخبارات نے وائس آف امریکہ کے حوالہ سے ان امریکی شرائط کی خبر شائع کی ہے اور ۲۵ اپریل کو ہی لاہور میں انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان کے نام سے ایک تنظیم جنم لیا ہے جس کے سربراہ سابق جسٹس جناب دراب پٹیل چنے گئے ہیں اور سیکریٹری جنرل کا منصب بیگم عاصمہ جہانگیر کے حصہ میں آیا ہے۔

سابق جسٹس دراب پٹیل کا تعلق پارسی مذہب سے ہے اور بیگم عاصمہ جہانگیر ایک قادیانی مسٹر جہانگیر ایڈوکیٹ کی اہلیہ ہیں۔

جناب دراب پٹیل نے انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان کے پہلے عام اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے انسانی حقوق کے بارے میں کمیشن کے تصورات کی وضاحت کی ہے اور اس ضمن میں یہ صراحت بھی کر دی ہے کہ

"انہوں نے کہا کہ کمیشن کو بہت سے ایسے قوانین منسوخ کرانے کی کوشش بھی کرنا ہوگی جو یکطرفہ ہیں اور جن سے قانون کی خلاف ورزی کا راستہ کھلتا ہے انہوں نے اس سلسلہ میں حدود آرڈیننس، قانون شہادت میں مرد و عورت کی حیثیت، غیر مسلموں کو مسلمانوں کی شہادت اور عورت کو مرد کی گواہی پر سزا، قادیانیوں اور احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے والا قانون، جداگانہ انتخابات کا قانون اور سیاسی جماعتوں کا قانون جیسے قوانین کا ذکر کیا انہوں نے کہا کہ ان قوانین کو باقی رکھنے سے ملک کی یکجہتی کو شدید نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور - ۲۵ اپریل ۸۷ء)

اس کے بعد اس نام نہاد انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان نے انسانی حقوق کا ایک باضابطہ ڈیکلریشن تیار کیا ہے جو کمیشن کی سیکریٹری جنرل بیگم عاصمہ جہانگیر کی طرف سے جاری کیا گیا ہے۔ اس ڈیکلریشن کے بارے میں روزنامہ نوائے وقت لاہور کی ۲۷ اپریل کی اشاعت میں شائع ہونے والی رپورٹ کے اہم حصے یہ ہیں۔

"انسانی حقوق کے نو تشکیل شدہ انسانی حقوق کمیشن آف پاکستان کی جنرل باڈی کے اجلاس میں مختلف قراردادوں پر مشتمل جو ڈیکلریشن تیار کیا گیا ہے اس میں درج ایک قرارداد میں تعزیرات پاکستان اور حدود آرڈیننس کے تحت بعض سزاؤں کو ظالمانہ اور غیر انسانی قرار دیا گیا ہے اور مطالبہ کیا گیا ہے کہ سنگسار کرنے اور پھانسی پر لٹکانے

سے متعلق موت کی سزا فوری طور پر ختم کر دی جائیں۔

ڈیکلریشن میں تمام مذہبی اقلیتوں کے حقوق کی تائید کی گئی اور اس ضرورت پر زور دیا گیا کہ حکومت یا کسی بھی شخص کو براہ راست یا بالواسطہ دوسرے مذہب یا فرقے کے معاملات میں مداخلت کی اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔"

امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی کی طرف سے پاکستان کی امداد کے سلسلہ میں عائد کی جانے والی شرائط میں انسانی حقوق کی ضمانت کے ذکر کے ساتھ ہی پاکستان میں انسانی حقوق کی تشکیل اور اس کی طرف سے حدود آرڈیننس، قانون شہادت، قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے، ہاتھ کاٹنے، کوڑے مارنے، سنگسار کرنے اور جداگانہ انتخابات جیسے قوانین کو انسانی حقوق کے منافی اور ظالمانہ قوانین قرار دے کر ان کی منسوخی کی مہم کا مقصد اور مطلب اس کے سوا کیا لیا جا سکتا ہے کہ امریکی شرائط میں انسانی حقوق کا ذکر بھی دراصل پاکستان میں اسلامی قوانین کے نفاذ کو روکنے اور قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے والا قانون منسوخ کرانے کے لئے ہے۔ اس لئے ہمارے نزدیک یہ شرط اسلامی نظام عدل پر ایک شرمناک حملہ ہے جسے نہ صرف حکومت پاکستان کو دو ٹوک مسترد کر دینا چاہیئے بلکہ اسلامی قوانین کی اس بالواسطہ مخالفت پر حکومت امریکہ سے باضابطہ احتجاج بھی کرنا چاہیئے۔

قادیانیوں کی مذہبی آزادی

امریکی سینٹ کی خارجہ تعلقات کمیٹی نے قادیانیوں کو وفاداری کا باضابطہ سرٹیفکیٹ جاری کرنا بھی مناسب خیال کیا ہے جس کا فائدہ قادیانیوں کو توسردست یہ ہوگا کہ وہ اپنے مذہب کے پیروکاروں کے تیزی کے ساتھ گرتے ہوئے مورال کو یہ کہہ کر بحال کرنے کی کوشش کر سکیں گے کہ اب کوئی فکر کی بات نہیں امریکہ نے ہماری حمایت میں حکومت پاکستان کو ڈانٹ دیا ہے۔ لیکن اس نقصان کی تلافی شاید اب قادیانی قیادت کے بس میں کبھی نہیں ہوگی کہ امریکی سینٹ کی اس قرارداد نے قادیانی گروہ کے سامراجی ایجنٹ ہونے پر ہمیشہ کے لئے ناقابل تردید مہر تصدیق ثبت کر دی ہے لیکن اس سے قطع نظر امریکی قرارداد کے اس پہلو کا حقیقت پسندانہ تجزیہ کیا جائے تو یہ امریکی راہ نماؤں کی جانبداری، مسلمانوں کے خلاف عصبیت اور اجارہ دارانہ ذہنیت کا منہ بولتا ثبوت ہے کیونکہ قادیانی مسلم تنازعہ کو مذہبی معتقدات کے مباحث سے الگ کر کے بھی دیکھا جائے تو صورت حال یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں قادیانیوں کے حقوق مجروح ہو رہے ہیں بلکہ درحقیقت قادیانی اقلیت اپنے سامراجی آقاؤں کی شہ پر مسلمانوں کے جائز حقوق کو غصب کر رہی ہے اور امریکہ جیسی عالمی قوتیں انصاف کے تمام تقاضوں کو نظر انداز کرتے ہوئے قادیانیوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔

قادیانی مسلم تنازعہ کا ایک سادہ سا منظر یہ ہے کہ قادیانی گروہ مسلمانوں سے الگ ایک نئی مذہبی اُمت ہے اور اس وقت دنیا میں موجود ایک ارب کے قریب مسلمانوں کے وجود کا حصہ نہیں ہے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے خود قادیانی بھی انکار نہیں کرتے لیکن اس کھلم کھلا اور واضح حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے بھی وہ خود کو مسلمان کہلانے اور اسلام کا نام اور مسلمانوں کے مخصوص مذہبی شعائر، علامات اور امتیازات استعمال

کرنے پر ہٹ دھرمی کی حد تک مُصر ہیں سوال یہ ہے کہ جب قادیانی حضرات مسلمانوں کے وجود کا حصہ نہیں ہیں تو جو نام، اصطلاحات اور علامات پندرہ سو برس سے مسلمانوں کے ساتھ مخصوص چلی آرہی ہیں۔ ان کے استعمال پر قادیانیوں کو اصرار کیوں ہے؟

مسلمانوں کا موقف یہ ہے کہ قادیانیوں کی طرف سے اسلام کا نام اور مسلمانوں کی مذہبی علامات کے استعمال سے یہ نظر آتا ہے کہ دونوں ایک مذہب کے پیروکار ہیں جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہے اور قادیانی خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ان کا اور مسلمانوں کا مذہب الگ الگ ہے۔ اس سے اشتباہ پیدا ہوتا ہے اور مسلمانوں کا دینی تشخص اور مذہبی امتیاز مجروح ہوتا ہے اپنے دینی تشخص اور مذہبی امتیاز کا تحفظ دنیا کے دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی طرح مسلمانوں کا بھی جائز قانونی اور اخلاقی حق ہے قادیانی اس حق کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور وہ مسلمانوں کے حق کو غصب اور مجروح کرنے پر بضد ہیں اسی لئے پاکستان کے دستور میں انہیں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے اور انہیں اسلامی اصطلاحات و علامات کے استعمال سے روکنے کے لئے صدارتی آرڈیننس نافذ کیا گیا ہے لیکن امریکہ کے نام نہاد دانشور مسلمانوں کو ان کے دینی تشخص کے تحفظ کا حق دلوانے کی بجائے قادیانیوں کو دنیا کے سامنے دھوکہ اور اشتباہ کی فضا قائم رکھنے کا خود ساختہ حق دلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اگر حق اسی کا نام ہے تو پھر امریکی سینٹ کے ارکان کو امریکہ کی جیلوں میں پڑے ہوئے ان لوگوں کو بھی یہ حق دلانے کی مہم چلانی چاہیئے جو دھوکہ اور فراڈ کے کیسوں میں سزائیں بھگت رہے ہیں یا جن پر دوسرے لوگوں کی فرموں اور اداروں کا نام اور ٹریڈ مارک غلط طور پر استعمال کر کے دھوکہ دینے کے الزام میں مقدمات چل رہے ہیں آخر ان کا قصور قادیانیوں سے مختلف تو نہیں ہے وہ بھی تو یہی کچھ کر رہے ہیں جو قادیانی گروہ کر رہا ہے اپنے وطن سے ہزاروں میل دور ایک گروہ کی دھوکہ دہی کو تحفظ دینے والے امریکی سینٹر اپنے ملک کے دھوکہ بازوں کے حقوق کے تحفظ کا پرچم بھی بلند کریں تاکہ دنیا یہ سمجھ سکے کہ امریکی دانشوروں کا انصاف کا اصول سب کے لئے یکساں ہے۔

الغرض پاکستان کی امداد کے لئے امریکی شرائط میں قادیانیت کے تحفظ کی صراحت مسلمانوں کے دینی تشخص کے تحفظ کے جائز حق کی نفی کے مترادف ہے جسے حکومت پاکستان کو کسی تامل اور تاخیر کے بغیر مسترد کر دینا چاہیئے۔

امریکی عملہ قبول کرنے کی شرط

اواکس طیاروں کے لئے امریکی عملہ کو قبول کرنے کی شرط اپنے فنی تقاضوں کے لحاظ سے جس قدر بھی پیچیدہ ہو۔ ہمارے لئے اس کے نتائج کو نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے حکومت پاکستان اب تک امریکہ کو پاکستان میں اڈے نہ دینے کے موقف کا کھلم کھلا اظہار کرتی رہی ہے اور اب انہی اڈوں پر امریکی عملہ کے براہ راست عمل دخل سے اڈے نہ دینے کے موقف میں کوئی وزن باقی نہ رہ جائے گا اور اس سے نہ صرف پاکستان کی دفاعی خود مختاری کا تصور مجروح ہوگا بلکہ علاقائی کشمکش میں روس کے براہ راست ملوث ہونے کے امکانات بھی بڑھ جائیں گے اسی لئے ہمارے نزدیک اس شرط کو قبول کرنا بھی بہر صورت پاکستان کے مفاد میں نہیں ہے۔

پاکستان کی امداد کے لئے امریکی شرائط پر اس گفتگو کا مقصد جہاں حکومت پاکستان کو اس سلسلہ میں

ملک کے دینی و عوامی حلقوں کے جذبات کی طرف توجہ دلاکر اسے اس ضمن میں عوامی جذبات سے ہم آہنگ موقف اختیار کرنے پر آمادہ کرنا ہے وہاں اس سے ہماری غرض پاکستان کے قومی اور دینی حلقوں کو بھی اس طرف متوجہ کرنا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور پاکستان کو امریکی سامراج کی پالیسیوں کی ریموٹ کنٹرول غلامی سے نجات دلانے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

پاکستان ایک آزاد اور خودمختار اسلامی ملک ہے جس سے عالم اسلام کی بہت سی توقعات وابستہ ہیں اگر پاکستان خود اپنی آزادی اور خودمختاری کو بھی قائم نہ رکھ سکا تو وہ عالم مسلم برادری کی توقعات اور آرزوں پر کیسے پورا اُتر سکیگا۔

ہمیں یقین ہے کہ پاکستان کے دینی و قومی حلقے باہمی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اگر اس سلسلہ میں مشترکہ لائحہ عمل کی راہ اختیار کریں اور امریکی دانش وروں پر یہ بات کھل کر واضح کر دیں کہ پاکستان کی رائے عامہ امریکی شرائط کو اپنی آزادی، خودمختاری، مذہبی معتقدات اور دینی تشخص کے منافی سمجھتی ہے تو امریکہ کے لئے ان شرائط پر نظر ثانی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہوگا لیکن اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ پاکستان کے دینی اور قومی حلقے اس سلسلہ میں کس حد تک سنجیدگی اور ذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس کاروبار کے بارے میں جو آجکل کراچی میں عام ہو رہا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً ایک ہزار افراد کی کمیٹی بنائی۔ ہر ممبر تین سو روپے ماہانہ ادا کرے گا۔ اس کمیٹی کی مدت میعاد پچاس ماہ ہے ہر ماہ قرعہ اندازی ہوگی اور جس کا نام اس میں نکلے گا، اسے پچاس ہزار روپے یا اس مالیت کی کوئی دوسری چیز ملے گی اور بقیہ اقساط وہ ادا نہیں کرے گا۔ مدت میعاد ختم ہونے کے بعد بقیہ ممبران کو ان کی جمع کی ہوئی رقم واپس کر دی جائے گی اس کے علاوہ ہر ممبر کو مختلف قیمتی تحفے تحائف خاص انعام کے علاوہ ملیں گے۔

اس کاروبار کو عملی طور پر اسی طرح کرتے ہیں کہ پہلی قرعہ اندازی کے وقت ان کے پاس تین لاکھ روپے جمع ہوں گے ان میں سے ایک ممبر کو قرعہ اندازی سے پچاس ہزار روپے دیتے ہیں اور وہ شخص پیسے لیکر کاروبار سے نکل جاتا ہے اسے کوئی قسط وغیرہ ادا نہیں کرنی ہوگی۔ بقیہ ڈھائی لاکھ روپے سے اس کمیٹی کی انتظامیہ اپنا کاروبار کرے گی، اس طرح ہر ماہ قرعہ اندازی ہوگی اور بقیہ رقم سے کاروبار ہوگا آخر میں پچاس ماہ کے بعد بقیہ ممبران کو جو کہ نو سو پچاس ہیں ہر ممبر کو اس کی جمع کی ہوئی رقم جو کہ پندرہ ہزار روپے بنتی ہے مع خصوصی تحائف کے دی جائے گی۔

اس میں یہ پوچھنا ہے کہ یہ کاروبار جائز ہے؟ اگر جوا ہے تو اس پر اشکال ہے کہ جمع شدہ رقم واپس مل جاتی ہے جبکہ جوا (قمار) میں لگائی ہوئی رقم واپس نہیں ملتی۔ اگر ایک شخص زائد رقم نہ لے صرف جمع شدہ رقم لے، تو کیا اس کے لئے شرکت کرنا جائز ہے۔

مندرجہ بالا امور کا تفصیلی مدلل جواب دے کر ماجور ہوں اس لئے کہ عوام اس کاروبار کی آسانی و رنگینی کو دیکھ کر اس میں بہت شرکت کر رہے ہیں اور چند افراد عوام کے پیسوں سے فائدہ اٹھا کر سرمایہ دار بن رہے ہیں۔

فقط
محمد اشرف

الجواب

مذکورہ کاروبار جائز نہیں ہے، یہ ایک سودی کاروبار ہے، اس میں شرکت کرنا بالکل جائز نہیں ہے اگرچہ صرف اصل جمع شدہ رقم لینے کی نیت ہو، اس کاروبار میں ہر ماہ قرعہ اندازی میں نام نکلنے والے کو جمع کی ہوئی رقم سے زائد جو کچھ ملے وہ سود ہے جو حلال نہیں، اسی طرح پوری جمع کی ہوئی رقم کے ساتھ ملنے والے خصوصی تحائف بھی حلال نہیں، اس کاروبار میں قمار تو نہیں ہے البتہ سود ہے جو حرام ہے اور سخت حرام ہے۔ واللہ اعلم

عبدالرؤف
دار الافتاء - دار العلوم کراچی ۱۴
نائب مفتی دار العلوم کراچی ۱۴

۱۴۰۷ھ

الجواب صحیح
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۱۷-۱۱-۱۴۰۷ھ

بقیہ نقد و تبصرہ

اسی قسم کے لوگوں میں غلام احمد پرویز صاحب بھی شامل ہیں جنہوں نے اپنی مادہ پرستانہ طبیعت سے مجبور ہو کر پہلے احادیث نبویؐ کو بیک جنبش قلم عجمی سازش کہہ کر مسترد کر دیا اور پھر قرآن پاک کی بے شمار آیات کو اپنے لفظی، حقیقی اور ظاہری معنوں سے پھیر دیا اور ان کو اپنے طبعزاد، من گھڑت اور باطل معانی پہنانے کی کوشش کی۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ نے انہیں راہ راست پر لانے کی بہت کوشش کی اور علماء حق نے سیدھا راستہ بتانے کے لئے بڑی جدوجہد کی لیکن پرویز صاحب راست پر نہ آسکے مجبوراً علماء حق نے متفقہ طور پر ان اکاذیب اور اباطیل کا پردہ چاک کیا اور صاف طور پر تحریر کر دیا کہ ان عقائد و خیالات کا حامل کافر اور ملحد ہے اور اسلام سے اس کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔

دراصل پرویز صاحب کمیونزم کے قائل تھے اور انہوں نے اسے نظام ربوبیت کا نام دیا ہے پرویز کی سب کتابیں قرآن پاک کی معنوی تحریفات اور اباطیل و اکاذیب سے بھری پڑی ہیں۔

مولانا مدرار اللہ صاحب مدظلہ نے اس کتاب میں پرویز کی اکثر تحریروں کو نقل کر کے ان کی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے اور صحیح صحیح بات اور حقیقی مفہوم بیان کیا ہے اور اس طرح پرویز صاحب کے غیر قرآنی اور مخالف قرآن عقائد و نظریات سے پردہ اٹھایا ہے۔

یہ کتاب ہر تعلیم یافتہ مسلمان کے لئے انتہائی ضروری ہے اس کا ایک دفعہ مطالعہ بہت سے شکوک و اوہام سے نجات دے دے گا۔ کتابت و طباعت بہتر ہے لیکن قیمت بہت زیادہ ہے جس سے زیادہ لوگ فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس کوشش کو کامیاب فرمائے اور لوگوں کی اصلاح و ہدایت کا ذریعہ بنائے آمین۔

(ا۔ا۔خ۔س)
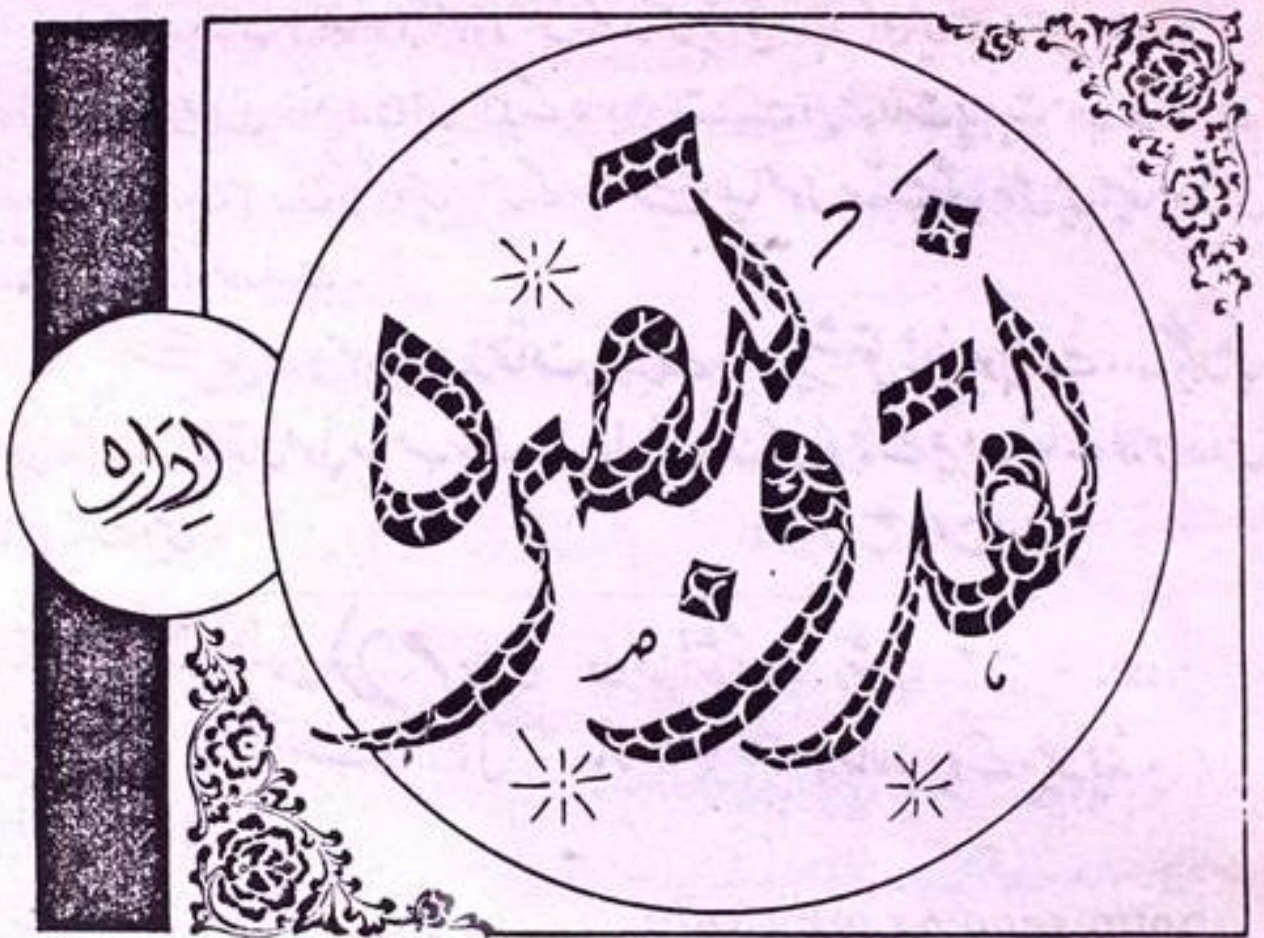
نام کتاب :- **معالم العرفان فی دروس القرآن**

افادات :- مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سواتی مدظلہ

مرتب : الحاج لعل دین ایم اے (علوم اسلامیہ)

سائز : ۲۳ × ۱۸ / ۸ - کل صفحات : ۱۱۲ - قیمت مجلد :- ۱۲ روپے -

ناشر :- ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم - گوجرانوالہ (پنجاب) پاکستان

قرآن کریم وہ الہامی کتاب ہے جو خاتم النبیین حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہو ۔ عربی زبان ام الالسنہ ہے اور اسی میں قرآن پاک نازل کیا گیا ۔ قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے عربی زبان، ادب، لغت، محاورات، ضرب الامثال اور اس دور کے ماحول سے واقفیت ضروری ہے ۔ قرآن حکیم میں انسانی ہدایت کے جملہ بنیادی اصول اور معرفت حق کے کل رموز جمع ہیں اور انسانی اصلاح وہدایت کا یہ سب سے بڑا ذریعہ ہے ۔

قرآن پاک کے ترجمہ اور تفسیر کا حق صرف عالم باعمل کو ہے ۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب مدظلہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور صاحب بصیرت عالم دین ہیں ۔ تیس سال سے نماز فجر کے بعد قرآن پاک کا درس دیتے ہیں ۔ درس دیتے وقت سلف صالحین اور عظیم مفسرین کی آراء کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے ہیں ۔ غیر ضروری اور لایعنی بحث سے ہمیشہ اجتناب فرماتے ہیں ۔

درس میں چونکہ عوام کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اسلئے زبان عام فہم اور آسان استعمال کرتے ہیں تاکہ سامعین قرآنی مفہوم سے آشنا ہو سکیں ۔

طویل عرصہ تک یہ درس ایک حلقہ تک محدود رہا ۔ پھر کچھ احباب ذوق نے ان دروس کو کیسٹ میں

ریکارڈ کرلیا۔ اب ریکارڈنگ سے کتابی صورت میں منتقل کر کے شائع کیا گیا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب سورہ فاتحہ مع تعوذ و تسمیہ کے دروس پر مشتمل ہے۔ جس میں تعوذ و تسمیہ اور سورہ فاتحہ کے فضائل اور دیگر ضروری مسائل درج ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سے ذیلی عنوانات پر بہت مفید اور کارآمد معلومات آسان زبان میں درج کی گئی ہیں۔ اس کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے گویا درس میں بیٹھا ہوا قرآن پاک کے رموز و اسرار کو سمجھ رہا ہے۔

اس سے قبل دروس کا یہ سلسلہ مختلف پاروں کے دروس پر مشتمل شائع ہو چکا ہے۔ اور لوگوں میں مقبول عام ہے۔ اللہ تعالیٰ صوفی صاحب مدظلہ، مرتب اور شائع کنندگان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان دروس کو نافع بنائے آمین۔ (ا۔ ا۔ خ۔ س)

نام کتاب:۔ ماہنامہ **الاسلام** برطانیہ جلد نمبر ا شمارہ ۱ و شمارہ ۳۔۴۔۵ (اردو)
مدیر۔ الحاج ابراہیم یوسف باوا نگونی۔ سائز ۳۰×۲۰۔ زر سالانہ۔ یوکے۔ چھ پونڈ۔
بیرون ملک سے نو پونڈ۔

خط و کتابت کا پتہ:۔ ادارہ اشاعت الاسلام
۱۵۔ اسٹریٹن روڈ۔ گلوسیسٹر۔ برطانیہ

IDARA ISHA'AT AL ISLAM
15. STRATTON ROAD
GLOUCESTER. U.K

ہر دور کا تجربہ ہے کہ جب تک مسلمان دو کام کرتے رہیں مسلمان۔ ایمان، سکھ اور آرام کی زندگی گذاریں گے اور ان دو کاموں کو چھوڑا تو ذلیل و خوار ہو کر رہیں گے۔ وہ دو کام تعلیم و تبلیغ ہیں۔

تعلیم و تبلیغ کو پھیلانے اور عام کرنے کے لئے ماہنامہ الاسلام ایک خاص نقطۂ نظر کے ساتھ نکالا ہے۔ اس لئے اس میں اہتمام کے ساتھ تعلیمی اور تبلیغی مضامین شائع کئے گئے ہیں۔ یہ ماہنامہ ماہ محرم الحرام ۱۴۰۷ھ / ستمبر ۱۹۸۶ء سے نکلنا شروع ہوا ہے۔ پہلے شمارہ میں قرآن مجید کی دعائیں، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے فضائل و احکام، ماہ محرم کی بابت کئی مضامین ہیں۔ یوم عاشورہ کی بابت بھی مضمون شائع کیا گیا ہے۔ شمارہ نمبر ۳۔۴۔۵، رسول نمبر ہے جس میں حضرت مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی سیرۃ خاتم الانبیاء سے اقتباس دیئے گئے، چہل حدیث اور ارشادات نبوی، ربیع الاول کے مہینہ کی فضیلت اور اس ماہ کے احکام اور منکرات سے بچاؤ کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع عربی متن کے ساتھ اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بہت مختصر مختصر واقعات، بزرگوں کے اقوال، دیگر اہم معلومات کو رسالہ میں درج کیا گیا ہے جس سے رسالہ میں کشش پیدا ہو گئی ہے۔ ٹائٹل بھی خوبصورت رنگین چھاپا گیا ہے۔ کاغذ عمدہ اور سفید ہے۔ کتابت بھی مناسب ہے۔ ایسے ملک میں جہاں کی قومی زبان انگریزی ہے اردو زبان میں رسالہ نکالنا بہت بڑی ہمت اور بہت بڑے حوصلے کا کام ہے۔ رسول نمبر میں ممتاز اہل علم کے مضامین اور نعتیہ کلام درج ہے۔ رسول نمبر نے عمدہ مضامین کا ایک اچھا خاصا حصہ اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے مدیر کو توفیق عطا فرمائے کہ اسی دینی جذبہ اور محنت و لگن کے ساتھ

دینی خدمت سمجھ کر اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی طرف توجہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اس رسالے کے مدیر، معاونین اور کارکنان کو جزائے خیر عطا فرمائے دینی ذوق بیدار کرنے، ایمان و یقین کی فضاء پیدا کرنے اور تعلیم و تبلیغ کا جذبہ ابھارنے میں یہ رسالے انتہائی مفید اور کارآمد ثابت ہوں گے۔ ان کی اشاعت میں حصہ لینا اپنی عاقبت سنوارنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ (ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب:۔ **سیرِ بدرِ عالم** تالیف۔ حافظ محمد اکبر شاہ بخاری

سائز:۔ ۲۳×۱۸/۸ کل صفحات:۔ ۸۰ قیمت:۔ -/۱۲

ناشر:۔ ایچ۔ایم۔ سعید کمپنی۔ ادب منزل۔ پاکستان چوک۔ کراچی ۱

رئیس المحدثین، قطب العارفین حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی ثم مہاجر مدنی قدس سرہ مظاہر علوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، امام المحدثین علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رح کے علوم و معارف کے امین۔ دارالعلوم دیوبند، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے ممتاز استاذ اور دارالعلوم الاسلامیہ اشرف آباد، ٹنڈوالہ یار سندھ کے شیخ الحدیث بہت سے خوبیوں اور بے شمار کمالات کے مالک تھے نیز آپ قابل ترین مدرس، فاضل مقرر، کامیاب و مقبول مصنف، عظیم محقق، اردو کے ادیب و شاعر مؤثر اسلوب اور شگفتہ طرز ادا کے مالک تھے۔ حضرت مفتی اعظم مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی قدس سرہ کے خلیفہ خاص حضرت مولانا قاری محمد اسحٰق میرٹھی سے بیعت اور ان کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کا سلسلہ بیعت و ارشاد افریقہ کے دور دراز علاقوں میں بہت پھیلا۔ ترجمان السنہ اور جواہر الحکم، علم حدیث میں شاہکار تصانیف ہیں۔ آپ نے مسجد نبوی میں در رسول پر بیٹھ کر حدیث رسول پڑھانے کا جو شرف حاصل کیا وہ بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب حضرت مولانا موصوف کی مختصر لیکن جامع سوانح ہے جس میں آپ کی دینی خدمات اور علمی کمالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ کتاب بہت تحقیق سے لکھی گئی ہے۔ واقعات و حالات مستند ہیں۔ مبالغہ آرائی اور بے جا تعریف سے قلم کو آلودہ نہیں کیا گیا۔ کتابت، طباعت اور کاغذ عمدہ ہے۔ قیمت کم ہوتی تو اس کا حلقہ وسیع ہو جاتا۔ اس کے مطالعے سے نیکی کا جذبہ بیدار اور عمل کی راہ آسان ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اس کے مؤلف، ناشر اور معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کتاب کو لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔ آمین

(ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب:۔ **بہارِ رحمت** ناشران:۔ الپائن انڈسٹریل کون (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۵/۲۰۵ جی ٹی روڈ شالامار ٹاؤن باغبانپورہ۔ لاہور۔

بہت سے لوگ گناہوں کی کثرت سے اور گناہوں پر مداومت کے سبب سے خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو جاتے ہیں اور ان کے دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ اب تو اس مقام پر پہنچ گیا ہے جہاں نہ تیری توبہ قبول ہے

اور نہ ہی بخشش کی کوئی سبیل۔ ایسے لوگوں کو مایوسی کی حالت سے نجات دلانے اور راہ راست دکھانے کے لئے یہ رسالہ لکھا گیا ہے۔ اس میں اختصار کے ساتھ وہ مستند روایات جمع کی گئی ہیں جو ایسے ہی مایوس انسانوں کو عفو و مغفرت کی امید دلاتی ہیں اور ناامیدی سے بچاتی ہیں۔ یہ بہت اچھی کوشش ہے۔ اس کا مطالعہ بہت سے دلوں کی تسکین کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مؤلف اور ناشر کو بہترین جزا عطا فرمائے (آمین)

(ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب :- ہمارا دشمن کون؟ (فرقہ بازی ختم کرو) تحریر :- محمد انور قریشی

سائز :- $\frac{23 \times 18}{8}$ ۔ کل صفحات :- ١٦ ۔ قیمت :- درج نہیں۔

پتہ :- انجمن خدام اسلام ۔ پاکستان ٹاؤن شپ لاہور نمبر ٢

اسلام امن و عافیت اور سلامتی کا مذہب ہے۔ اسلام نے فرقہ بندی سے روکا ہے اور تعلیم دی ہے کہ قرآن پاک کی تعلیمات اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندگی کی بنیاد بنایا جائے اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق زندگی گذاری جائے۔ لیکن بعض گمراہ لوگ فروعی اختلافات کو اتنا بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں جس سے مسلمان باہمی لڑائی جھگڑے میں پڑ کر اسلام سے دور چلے جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کا نوجوان دین سے باغی ہو کر کفر کی طرف جا رہا ہے۔ محمد انور قریشی صاحب دلسوزی کے ساتھ مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی ترغیب دی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں باہمی خلوص اور اتحاد پیدا فرمائے۔ آمین

(ا۔ا۔خ۔س)

نام کتاب :- پرویز اور قرآن مؤلف :- حضرت علامہ مفتی مدار اللہ مدار نقشبندی مدظلہ

سائز :- $\frac{30 \times 20}{16}$ ۔ کل صفحات :- ٢٠٨ ۔ قیمت :- ٣٠ روپے

ملنے کا پتہ :- محمد اقبال احمد ۔ ناظم دفتر ڈسٹرکٹ خطابت ۔ مردان ۔ پاکستان

دین اسلام کی مخالفت کا ایک راستہ تو صریح انکار ہے یعنی صاف طور پر اسلام اور اس کے احکامات کو نہ ماننا یہ کفر ہے اور مسلمان بھی اسے کفر جانتے ہیں۔ مخالفت اسلام کا دوسرا طریقہ الحاد کہلاتا ہے۔ الحاد میں بظاہر قرآنی آیات کا سہارا لیا جاتا ہے۔ مگر اپنے خبث باطن اور شرارت اندرونی سے ان کی تشریح اپنے باطل نظریات کو سچا ثابت کرنے کے لئے کی جاتی ہے۔ یہ طریق کار بڑا ہی خطرناک ہے اور اسی راہ سے اسلام اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا ہے۔ تمام فرق باطلہ و مستشرقین نے اسلام کا لیبل لگا کر مسلمانوں کے ذہنوں کو اسلام سے برگشتہ اور منحرف کیا ہے۔

فتنۂ انکار حدیث بھی اسی طرح کا فتنہ ہے جو دراصل انکار قرآن پاک ہے، اور متوارث اور متواتر کلام الٰہی اور احکام خداوندی کا انکار ہے۔ اسلام کے نام پر کفر خالص کی اشاعت کا سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ چنانچہ ایسے لوگوں نے قرآن پاک کے معانی، مفاہیم اور حقائق میں تحریف کر کے معنوی اعتبار سے قرآنی آیات کا حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔

(بقیہ صفحہ ٥٨ پر)

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ۔

"کوئی قول بغیر عمل کے مستقیم نہیں اور کوئی قول و عمل بغیر نیت کے مستقیم نہیں۔ اور کوئی قول و عمل اور نیت اُس وقت تک مستقیم جب تک کہ وہ سنت کے مطابق نہ ہو۔"

البلاغ